اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید
جولائی ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماهنامه انوار مدینہ

شمارہ : ۷	شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ / جولائی ۲۰۱۷ء	جلد : ۲۵

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
حیاتِ مسلم	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۹
تعلیمِ دین، تلاوت و ترجمہ قرآن شریف کی اہمیت	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ	۱۵
تبلیغِ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالیؒ	۲۴
شوال کے چھ روزوں کی فضیلت	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۴
فضائلِ مسواک	جناب اطہر حسین صاحب مظاہری	۳۶
حج کی عظمت و فضیلت	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ	۴۳
حج کے احکام	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۴۸
فضیلت کی راتیں	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۵
وفیات		۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

اس بار ماہِ رمضان المبارک میں عالمِ اسلام کے باہمی اختلاف و انتشار نے ہر مخلص مسلمان کو بے قرار کر کے رکھ دیا ہے ان کے باہمی اتفاق و اتحاد کی اُمیدیں مایوسی میں بدلتی نظر آرہی ہیں سعودی عرب کی قیادت میں پانچ عرب ممالک کا اپنے ہی عرب ملک ''قطر'' کے خلاف انتہائی قدم اُٹھاتے ہوئے اچانک سفارتی تعلقات توڑ ڈالنا ہر شخص کے لیے غیر متوقع بھی ہے اور باعثِ حیرت بھی۔

آپس کی لڑائی کی اس پھرتی کو دیکھ کر لوگوں کے ذہنوں میں خود بخود کچھ سوالات پیدا ہو گئے کہ فلسطین میں ستر برس سے یہودی مسلمانوں کے ساتھ جو ظالمانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں اُس پر سعودی قیادت میں آج تک کوئی پھرتی دیکھنے میں نہیں آئی ،اسی طرح افغانستان میں عالمِ کفر مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کر رہا ہے اُس پر بھی سعودی قیادت کیوں حرکت میں نہیں آئی، عراق، مقبوضہ کشمیر، میانمار، وسطی ایشیا، ہندوستان میں مسلمانوں پر آئے دن توڑے جانے والے مظالم، بوسنیا کی سیاہ تاریخ، شام میں مسلمانوں کا قتلِ عام جیسے اقدامات پر سعودی عرب نے کیوں چپ سادھ رکھی ہے کیوں مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے ان حکومتوں کے خلاف اقدامات نہ کیے سفارتی تعلقات

قطع نہیں کیے، دیگر ضروری اقدامات کے ساتھ مسلمانوں کی کھل کر کیوں مدد نہ کی، اس کے برخلاف اپنے ہی مسلم عرب ملک کے خلاف اس قدر شدت .... ؟ ؟

سعودی عرب کی قیادت میں اس نا قابلِ فہم اقدام نے ہر مسلمان کو بے اطمینان کر رکھا ہے ہماری حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ اس بحران کو ختم کرنے کے لیے اپنی مخلصانہ کوششوں میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھے، سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک بھی اپنی سوچ پر نظر ثانی کرتے ہوئے لچک پیدا کریں اور اپنے باہمی اختلافات کو بات چیت کے ذریعہ باوقار انداز اختیار کرتے ہوئے حل کریں تاکہ عالمِ کفر میں پہلے سے جاری ہماری ''جگ ہنسائی'' مزید رُسوائی کا سبب نہ بنے۔

خانقاہِ حامدیہ اور رمضان المبارک

بحمد اللہ خانقاہِ حامدیہ میں حسبِ معمول گزشتہ برسوں کی طرح اس برس بھی رمضان المبارک میں ملک کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے سالکانِ طریقت نے مسجد حامدؒ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں اعتکاف کیا اور سلوک واحسان، ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ومصروف رہے۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم کی جانب سے مسترشدین ومریدین کے لیے کچھ اجتماعی اعمال اور کچھ حسبِ حال ہر ایک کے لیے انفرادی اعمال کی ہدایات تھیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین ۔

''اِسلام'' عزت و آبرو کا محافظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنابِ رسول اللہ ﷺ سے ملا اور سوال کیا کہ ''نجات'' کیا ہے ؟ یعنی نجات کی سبیل اور طریقہ کیا ہے ؟

☆ آپ نے جواب میں اِرشاد فرمایا اَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ اپنی زبان قابو میں رکھو یعنی زبان سے کوئی بات کہو تو اِس اَمر کا ضرور خیال رکھو کہ اس سے کسی کی دل آزاری تو نہیں ہورہی، کسی کی حق تلفی تو نہیں ہورہی، کسی کے بارے میں جھوٹ بولنا، اُس پر کسی قسم کا اِلزام لگانا بدترین گناہ ہیں، خدا کے ہاں جوابدہ ہونا پڑے گا، ظاہر ہے کہ یہ گناہ زبان ہی کے ذریعے سرزد ہوتے ہیں۔

اِسلام انسان کی عزت و آبرو کا محافظ ہے، دُنیا کا کوئی مذہب انسان کی عزت کی اتنی نگہداشت نہیں کرتا جتنا مذہبِ اسلام کرتا ہے اس لیے اسلام میں کسی پر الزام و تہمت لگانا بہت بڑا جرم ہے یہ زبان کی ادنیٰ حرکت سے چند سیکنڈ میں ہوجاتا ہے مگر اس کی سزا اَسی کوڑے مقرر کی گئی ہے اور چونکہ اس نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے اس لیے آئندہ کے لیے اس کی شہادت شرعًا قبول نہ ہوگی۔

قرآنِ کریم میں ہے ﴿ لَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا ﴾ اِن (تہمت لگانے والوں) کی گواہی کبھی قبول نہ کرو ﴿ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ اور یہ لوگ فاسق ہیں، ایسے شخص کو ''محدود فی القذف''

کہتے ہیں تو اُس شخص کی سزا جس نے کسی پاک دامن کو تہمت سے مُتَّہم کیا دُنیا میں اتنی سخت ہے کہ کوڑے بھی لگائے جائیں گے اور گواہی بھی ہمیشہ کے لیے نامقبول ہوگی۔ خدا جانے اگر دُنیا میں سزا نہ جھیلی تو آخرت میں کتنا عذاب ملے گا اور اگر سزا بھی جھیلی مگر توبہ نہ کی تو کتنا عذاب ہوگا (آخرت کا) تو زبان کی معمولی حرکت اور لغزش انسان کو بہت بڑی سزا کا مستوجب ٹھہرا دیتی ہے اس لیے آقائے نامدار ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے سب سے پہلے حضرت عقبہؓ کو زبان قابو میں رکھنے کا حکم دیا۔

اب زبان کو قابو میں رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ جھوٹ مت بولو، کسی کی دل آزاری نہ کرو، کسی پر تہمت نہ لگاؤ بلکہ زبان سے اللہ کی یاد کرو، لوگوں کو علومِ دینیہ کی تعلیم دو، اچھی باتیں کہو وغیرہ وغیرہ، جملہ تو مختصر ارشاد فرمایا مگر اس میں بہت کچھ آگیا۔

☆ پھر اِرشاد فرمایا وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ تمہیں چاہیے کہ تمہارے لیے تمہارے گھر میں جگہ ہو یعنی تم کچھ وقت اپنے گھر میں بھی گزارا کرو، اس کے کئی فائدے ہیں : (۱) گھر والوں کی تربیت کا موقع ملے گا (۲) اہلِ خانہ سے تعلق پیدا ہوگا (۳) باہر جو وقت گپوں اور فضول باتوں میں صرف ہوگا وہ بچ جائے گا۔

اور آپ کے اِس اِرشاد کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ نفل عبادت گھر میں ادا کرو کیونکہ فرض عبادت مثلاً نماز تو مسجد میں سب کے ساتھ ادا کی جاتی ہے خدا کی یاد گھر میں بھی کیا کرو اور گھر میں عبادت بے ریا ہوتی ہے اور گھر میں عبادت سے گھر والوں کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے اور آپ کی دیکھا دیکھی وہ بھی عبادت کرنے لگیں گے کیونکہ انسان پر صحبت کا اثر پڑتا ہے تو آپ کی صحبت سے وہ بھی متاثر ہوں گے اور خدا کی عبادت کرنے لگیں گے۔ اس طریقہ سے نہ صرف آپ کے اہلِ خانہ کو عبادت کی توفیق ہوگی بلکہ ساتھ رہنے والے بھی اس پاکیزہ ماحول کا اثر قبول کرلیں گے، اچھا ماحول ہو تو انسان کی طبیعت نیکی کی طرف خود بخود راغب ہو جاتی ہے، بس معمولی توجہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

☆ آخری نصیحت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اِرشاد فرمائی کہ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ ! یعنی اپنے گناہوں پر رویا کرو۔ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اُس پر ندامت بہت ضروری ہے، اِنسان کو چاہیے کہ

اپنی تقصیرات اور کوتاہیوں پر ہر وقت نظر رکھے اور اس کے لیے خدا تعالیٰ سے معافی چاہے اِستغفار کرے۔

''اِستغفار'' کا مطلب ؟

استغفار سے مراد یہ نہیں ہے کہ بس زبان سے استغفر اللہ، استغفر اللہ کہے بلکہ پہلے دل میں ندامت و پشیمانی کا ہونا ضروری ہے، دل اگر گناہوں پر نادم نہیں تو زبانی توبہ واستغفار کا خاص اعتبار نہیں۔

توبہ بر لب سبحہ در کف دل پُر اَز شوقِ گناہ
معصیت را خندہ می آید ز اِستغفار ما [۲]

'' اپنے گناہوں پر رویا کرو'' آپ کے اس فرمان کا مطلب یہی ہے کہ دل میں پشیمانی وندامت پیدا کرو ورنہ رونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، رونا تو تب ہی آئے گا جب دل میں اپنے گناہوں کا خیال ہوگا اور خدا کے عذاب کا خوف ہوگا۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۸/اپریل ۱۹۶۹ء)

۞ ۞ ۞

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

---

[۱] مشکوۃ شریف کتاب الاداب رقم الحدیث ۴۸۳۷

[۲] ترجمہ : توبہ زبان پر، تسبیح ہاتھ میں اور دل گناہوں کے شوق سے بھرا ہوا ہے، معصیت کو ہنسی آتی ہے میرے استغفار پر۔

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۴ قسط :۷

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔(اِدارہ)

حیاتِ مسلم

پیدائش سے وفات تک سنن مستحبات، بدعات ومکروہات

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

دم واپسیں آخری وقت :

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

(۱) مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنتی ہے۔[۱]

(۲) دوسرا اِرشاد ہے لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مرنے والے کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو[۲]

تلقین کا وقت اور طریقہ :

جب وفات کے آثار نظر آئیں تو حاضرین کو چاہیے مریض کے پاس بیٹھ کر کسی قدر بلند آواز سے

---

[۱] ابوداؤد شریف [۲] مسلم شریف

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھیں تا کہ یہ کلمہ سن کر مریض بھی کلمہ پڑھنے لگے اور اُس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو یہ اِس نازک وقت میں رخصت ہونے والے کی مدد ہے۔

یہ خیال رہے کہ مرنے والے سے فرمائش نہ کی جائے کہ کلمہ پڑھو کیونکہ یہ ایک نہایت کٹھن وقت ہوتا ہے نہ معلوم اُس کی زبان سے کیا نکل جائے، جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو پھر آپ کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مقصد حاصل ہو چکا ہے، ہاں اگر وہ کوئی اور بات کرلے تو پھر تلقین شروع کردو یعنی کلمہ بلند آواز سے پڑھنے لگو تا کہ وہ بھی دوہرادے اور اُس کی آخری بات کلمہ طیبہ ہو۔

علماء نے فرمایا ہے کہ جب سانس اُکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی پڑجائیں کہ کھڑی نہ ہوسکیں یا ڈھلک جائیں اور ناک ٹیڑی ہوجائے اور کنپٹیں بیٹھ جائیں تو سمجھو کہ موت آگئی اُس وقت کلمہ بلند آواز سے پڑھنا شروع کردو اور چہرہ قبلہ رخ کردو۔ (دُرِمختار)

(۳) آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے : اِقْرَاُوْا سُوْرَۃَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ [1] ''مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسین پڑھو۔'' جب مرجائے تو آنکھیں بند کردو اور کسی کپڑے سے اُس کا منہ اِس ترکیب سے باندھ دو کہ کپڑا ٹھوری کے نیچے سے نکال کر اُس کے دونوں سرے سر پر لے جاؤ اور گرہ لگا دو تا کہ منہ پھیل نہ جائے اور پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دو تا کہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں۔

(۴) جب آنکھیں بند کریں تو آنکھیں بند کرنے والا یہ پڑھے :

بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ . اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَسَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَاَسْعِدْہُ بِلِقَآءِکَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِّمَّا خَرَجَ مِنْہُ . (دُر مختار)

''اللہ کے نام پر، رسول کی ملت پر، اے اللہ اس کا معاملہ آسان کردے اور جو کچھ بعد میں آئے اُس کو سہل کردے اور اپنے دیدار کی سعادت اس کو عطا فرما اور جہاں یہ جارہا ہے اُس کو اِس سے بہتر بنادے جہاں سے جارہا ہے۔''

دعاء کے یہ کلمات یاد نہ ہوں تو اِن کا مضمون اپنی زبان میں ادا کردے۔

---

[1] ابوداؤد و ابن ماجہ وغیرہما

(۵) وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کے جسد مبارک پر حبری چادر ڈال دی گئی تھی۔[۱]

خاص طرح کی چادریں حبر (یمن) میں بنتی تھیں ان کو "حبری" کہا جاتا تھا، بہر حال چادر کی نوعیت مقصود نہیں ہے، مقصود یہ ہے کہ بدن پر کپڑا ڈال کر اُس کو چھپا دیا جائے۔

تلاوتِ قرآن شریف :

ایصالِ ثواب کے لیے قرآنِ پاک کی تلاوت کی جائے مگر جب تک میت کو غسل نہ دیدیا جائے میت کے پاس قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

تجہیز و تکفین : میت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

عَجِّلُوْا فَاِنَّہٗ لَا یَنْبَغِیْ لِجِیْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَیْنَ ظَھْرَانَیْ اَھْلِہٖ.[۲]

"عجلت سے کام لو مسلمان کی میت کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ گھر والوں کے بیچ میں روک رکھی جائے۔"

غسل اور کفن کے مسائل عام طور پر معلوم ہوتے ہیں یہاں تحریر کی ضرورت نہیں ہے[۳] چند حدیثیں پیش کی جارہی ہیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے۔

دیر مت لگاؤ : آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

(۱) میت کو روک کر مت رکھو، اس کے کام میں دیر مت لگاؤ، اس کو ایسی رفتار سے قبرستان لے جاؤ کہ (دوڑنے کی صورت تو نہ ہو البتہ) قدم تیزی سے اُٹھ رہے ہوں، دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی شروع کی آیتیں پڑھو اور پیروں کی طرف سورہ بقرہ کی آخر کی آیتیں۔ (مشکوة بحوالہ بیہقی)

(۲) نیز ارشاد گرامی ہے :

جنازہ کو تیز رفتار سے لے جاؤ کیونکہ اگر اچھا آدمی ہے تو اُس کو خیر اور بہترائی کی طرف لے

---

[۱] بخاری شریف وغیرہ [۲] ابو داوٗد شریف کتاب الجنائز رقم الحدیث ۳۱۵۹ [۳] بہشتی زیور میں یہ مسائل بہت عمدگی سے بیان کیے گئے ہیں ملاحظہ فرمائیے حصہ دوم نہلانے کا بیان، کفنانے کا بیان۔

جارہے ہو، اس کو اس بہتر مقام کی طرف جلد پہنچا دو اور اگر (معاذ اللہ) برے آدمی کا جنازہ ہے تو یہ ایک شر ہے اس کو اپنی گردنوں (مونڈھوں) کے اُوپر سے جلد اُتار دو۔ [1]

جنازہ کے ساتھ جانا :

ارشاد مبارک ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان لاتے ہوئے ثواب کی نیت سے جنازہ کے ساتھ چلے، نمازِ جنازہ پڑھے اور جب تک دفن سے فارغ ہو وہ ساتھ رہے تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا، ہر ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور نماز کے بعد دفن سے پہلے واپس ہو جائے تو ثواب کا ایک قیراط ملے گا [2] اگر اہلِ میت سے تعلق ہے تو اجازت لے کر واپس ہونا چاہیے۔ [3]

نیز ارشاد ہوا : جو جنازہ کے ساتھ گیا اور تین دفعہ اُٹھایا (کندھا دیا) اُس نے جنازہ کا وہ حق ادا کر دیا جو اُس کے ذمہ تھا۔ (ترمذی شریف ص ۱۲۴)

جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے بلند آواز سے تسبیح یا تکبیر مکروہ ہے البتہ آہستہ آہستہ پڑھ سکتا ہے یہ دعا منقول ہے :

سُبْحَانَ مَنْ قَهَرَ عِبَادَهٗ بِالْمَوْتِ وَالْفَنَاءِ وَتَفَرَّدَ بِالْبَقَاءِ سُبْحَانَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ [4]

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں پر مسلط کر دیا موت اور فنا کو یعنی ان کے لیے موت اور فنا کا دستور رکھا اور بقاء اپنے لیے مخصوص کی، پاک ہے وہ ذات کہ زندگی حقیقی اُسی کی ہے جس کو موت نہیں آئے گی۔''

نمازِ جنازہ :

ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا امیر المومنین آپ لوگ اپنی کتاب قرآن شریف میں ایک آیت پڑھا کرتے ہیں، اگر یہ آیت ہم پر یعنی یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن عید منایا کرتے ! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کون سی آیت ہے ؟

---

[1] بخاری و مسلم وغیرہما [2] بخاری و مسلم وغیرہما [3] بزازیہ [4] فتاوی بزازیہ علی ہندیہ ج۴ ص ۹۰

یہودی نے کہا سورۂ مائدہ کی یہ آیت ﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾[1] ''آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کیا تمہارے لیے دین اسلام۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں وہ دن بھی معلوم ہے جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی اور وہ جگہ بھی معلوم ہے جہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ عرفات میں رونق افروز تھے وہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی، دن جمعہ کا تھا۔

یعنی ہم نے اپنی طرف سے اُس دن عید نہیں منائی بلکہ نزول ہی اس دن اور اس مقام پر ہوا جو نہایت متبرک ہے، ذی الحجہ کی نویں تاریخ (عرفہ کا) متبرک (دن)، مقامِ عرفات متبرک اور جمعہ کا دن متبرک۔

غرض اسی دینِ مکمل کا ایک کمال یہ ہے کہ مرنے کے بعد مردے کا یہ اعزاز ہو رہا ہے، غسل دیا گیا کفن پہنایا گیا اب سب مل کر صفیں باندھ کر اس کے لیے دعا کر رہے ہیں اوّل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پھر آنحضرت ﷺ پر درود پھر میت کے لیے دعا پھر تکبیر کہتے ہوئے سلام پھیر رہے ہیں اور رخصت ہونے والے کو رخصت کر رہے ہیں، یہ ہے دینِ مکمل کی مکمل تعلیم۔

لیکن نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم ہی میں کچھ وہ ہیں جو نیکی اور دینداری کا دعوی کرتے ہوئے اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ معاذ اللہ دین کی تعلیم مکمل نہیں ہے اس لیے چیپی لگانے کی ضرورت ہے مثلاً نمازِ جنازہ کے بعد فاتحہ پڑھایا جاتا ہے کچھ اور دعائیں پڑھی جاتی ہیں جو نہ حدیث کی کتابوں میں ہیں نہ فقہ کی کتابوں میں، ایجادِ بندہ ہیں، یہ ایجادِ بندہ نیکی کی حرص میں ہوئی ہے مگر یہ حرص ایسی ہے جیسے عیسائیوں نے تیس سے بڑھا کر چالیس روزے کر لیے تھے یعنی اس حرص کا نتیجہ یہ تھا کہ دین میں تحریف کر لی لہٰذا پوری احتیاط کی ضرورت ہے کہ صرف وہی عمل کیے جائیں جو شریعت سے ثابت ہیں اپنی طرف سے نئی شریعت نہ بنائی جائے چنانچہ فتاوی بزازیہ میں ہے :

---

[1] سُورۃ المائدہ : ۳

لَا یَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّہٗ دَعَا مَرَّۃً لِاَنَّ اَکْثَرَھَا دُعَاءٌ . ۱؎

نمازِ جنازہ خود دعا ہے کیونکہ اس نماز کے زیادہ حصہ میں دعا ہی ہے لٰہذا نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے۔

نمازِ جنازہ کے اجزاء :

نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں ہوتی ہیں، پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد و ثنا، دوسری کے بعد درود شریف پھر تیسری کے بعد دعا۔ احادیث میں چند دعائیں وارد ہوئی ہیں اُن میں سے مختصر دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ. ۲؎

صف بندی :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس مسلمان پر تین صفیں نماز پڑھ لیتی ہیں اُس کے لیے جنت ثابت ہوجاتی ہے چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ تھوڑے آدمیوں کی بھی تین صفیں کرلیا کرتے تھے۔ ۳؎ (جاری ہے)

٭٭٭

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

۱؎ عالمگیریہ ص ۹۰ ۲؎ ترمذی شریف وغیرہ، بچوں کے لیے جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ تعلیم الاسلام یا دینی تعلیم کے رسائل میں دیکھ لی جائے۔ ۳؎ ابوداؤد و ترمذی و مشکوۃ وغیرہ

﴿ سلسلہ نمبر۴ ﴾

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے مضامین شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرت ؒ کے متوسلین و خدام سے التماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرت ؒ کے مضامین ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

تعلیمِ دین، تلاوتِ قرآنِ مجید اور ترجمہ قرآن شریف کی اہمیت

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ ﴾

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ سابق مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد نے اپنی حیات کے آخری سال ۱۹۵۳ء میں قرآن پاک کا ترجمہ جو مدرسہ شاہی میں نمازِ صبح کے بعد فرمایا کرتے تھے ختم کیا تو ایک جلسہ کا انتظام کیا اُس جلسہ میں حضرت اقدسؒ نے جو تقریر فرمائی ضروری ہے کہ ہم اُس کو یاد رکھیں اور اُس پر عمل کریں، وباللہ التوفیق اس تقریر کی جمع و ترتیب کی سعادت مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہی کا مخصوص حصہ ہے جَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا الْجَزَاءِ.

یہ جلسہ پرسوں سے ہو رہا ہے اور کئی تقریریں ہو چکی ہیں خود مولانا عبدالحق صاحب (مدنی) نے مبسوط تقریر فرمائی ہے اب میری کیا ضرورت ہے اور میں کیا عرض کر سکتا ہوں ؟ جو کچھ عرض کروں گا اُس کو سن کو آپ کہیں گے کہ یہ چیزیں تو وہ ہیں جو ہم نے بارہا سنی ہیں، تحصیلِ حاصل کی کیا ضرورت تھی میں حیرت میں ہوں کہ کیا عرض کروں گا سوائے اس کے کہ جو کچھ کہا گیا ہے پھر عرض کر دوں۔

میرے بزرگو اور بھائیو ! جو کچھ بھی ہے عرش سے فرش تک وہ اللہ کا انعام ہی انعام ہے ہمارے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطیہ ہیں چاہے نفوس ہوں خواہ اعضاء ہوں یا اور کوئی چیز ہو آپ کے سر سے پاؤں تک جو جوڑ اور اعضاء ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور تمام عالم میں اللہ ہی کا فضل و انعام ہے، جب کسی چیز کی کمی ہوتی ہے تو سب کے سب اُسی سے مانگتے ہیں اور تضرع

وزاری کرتے ہیں، جب انتہائی مصیبت آتی ہے تو بے دین بھی اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ جنگ عمومی اوّل ۱۹۱۴ء اور جنگ عمومی ۱۹۳۹ء میں انگریز نے اپنی فتحیابی کے لیے دعائیں کرائی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان سے ہم کو انسان بنایا، انسان سب سے زیادہ شریف مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کو جس قدر محبت انسان سے ہے کسی مخلوق سے نہیں ہے فرمایا جاتا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ یعنی تمام انسانوں پر اللہ تعالیٰ شفقت اور رحم کرنے والا ہے، جو عربی سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اِس قرآنی جملے میں کس قدر تاکید اور قوت ہے، جملہ اسمیہ لایا گیا اِنَّ ابتداء میں لایا گیا پھر لَرَءُوْفٌ پر لام داخل کیا گیا رَءُوْفٌ صیغہ مبالغہ کا لایا گیا (اتنی تاکیدوں کے ساتھ انسان پر اپنی رافت و مہربانی کا اظہار فرمایا جارہا ہے)۔

سُورۃ التین میں خداوند کریم چار قسمیں کھاتا ہے ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾

پھر چار قسمیں کھا کر کہتا ہے ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ ہم نے انسان کو اعلیٰ پیمانے پر پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا فضل و کرم انسان پر ابتداء ہی سے بے حد و بے شمار ہے، آگے فرمایا پھر ہم نے انسان کو (بسببِ نافرمانی) سب سے نیچے گرا دیا، جس کے اُوپر شہنشاہ کا زیادہ کرم ہوتا ہے اگر وہ سرتابی کرتا ہے شہنشاہ کے حکم کو توڑتا ہے ایک مرتبہ دو مرتبہ نہیں برابر توڑتا رہتا ہے اُس کو سزا بھی سخت دی جاتی ہے، وزیر اگر بغاوت کرتا ہے تو ایسی سخت سزا دی جاتی ہے کہ معمولی مجرموں کو ایسی سزا نہیں دی جاتی۔

دیکھئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے کتنا نوازا ہے خود فرماتے ہیں ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ تم اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے، انسان کے لیے تمام چیزوں کو مسخر و تابعدار بنا دیا، ایسا تابعدار بنا دیا کہ وہ اپنی مزدوری اور تنخواہ بھی طلب نہیں کرتے، چاند سورج ستارے تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں فرشتے تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں وہ فرشتے جو عرش کو اُٹھانے والے ہیں وہ تسبیح

میں مشغول ہیں اور ایماندار انسانوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، یہ زیادہ قرب رکھنے والے فرشتے نیکوکاروں کے لیے اُن کے بچوں کے لیے اُن کی بیویوں کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا مکمل احسان ہے کہ اُس نے اپنی ظاہری و پوشیدہ نعمتوں سے تم کو ڈھانپ رکھا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وَ اَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ﴾ قرآن تذکیر بآلاءِ اللہ (خدا کی نعمتوں کی یاددہانی) جگہ جگہ کررہا ہے اگر تم میں مروت ہو، اگر شرافت ہو تو احسان کرنے والے کے احسان کو یاد کرو اور اُس کے سامنے اپنا سر جھکاؤ اور اُس کے شکریہ میں اپنے دل کو اپنے ہاتھ پیر کو استعمال کرو ایسا نہ کرو گے تو چوپاؤں سے بدتر ہو جاؤ گے ﴿اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ ﴾ کتے کو دیکھو کہ تمہارے دو ٹکڑے کھا کر تمہارا کتنا وفادار ہے پھر انسان تو سر سے پاؤں تک داخلی اور عرش سے فرش تک خارجی نعمتوں سے گھرا ہوا ہے، جو کچھ دُنیا میں ہے تمہارے لیے ہے، زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا، آسمان کو تمہارے لیے چھت بنایا، زمین اور آسمان کے درمیان بادل بنائے، پانی برسا کر ہر قسم کے پھول اور ہر قسم کے پھل پیدا کیے، وہ عالم جو تمہارے آگے آنے والا ہے اور اِس وقت آنکھوں سے اوجھل ہے اُس جگہ بہت سے کوچ کر چکے ہیں اور بہت سے کوچ کرنے والے ہیں، نبی ہوں ولی ہوں بادشاہ ہوں کسی کو بھی اِس دنیا میں باقی رہنا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُس عالم کے راحت و آرام کا بھی سامان کیا ہے تمام لوگ اللہ تعالیٰ سے اُس کی ربوبیت کا عہد کر کے آئے ہیں ﴿اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی ﴾ (ازل میں) اللہ تعالیٰ نے سب کو حاضر کیا وہاں پر اپنی ربوبیت کا سبق دیا اور اُس وقت سب نے خدا کی شہنشاہیت، ربوبیت اور مالکیت کا اقرار کیا مگر یہاں آکر بھول گئے قیامت میں سب کو یاد آجائے گا آج ہم اِس مادّی جسم کے عاشق ہو کر سب کچھ بھلا چکے ہیں، جب کوئی کسی پر عاشق ہوتا ہے تو پھر دوسری چیزیں بھلا دیتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

سمایا ہے جب سے تو آنکھوں میں میری جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالۡبَنِیۡنَ وَ الۡقَنَاطِیۡرِ الۡمُقَنۡطَرَۃِ مِنَ الذَّہَبِ وَ الۡفِضَّۃِ وَ الۡخَیۡلِ الۡمُسَوَّمَۃِ وَ الۡاَنۡعَامِ وَ الۡحَرۡثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗ

حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴾ ۱؎ یعنی لوگوں کے لیے یہ سات چیزیں سجا دی گئیں (عورت، اولاد، سونا، چاندی، گھوڑے، چوپائے، کھیتی)، (دیکھو) کسی اچھی چیز کو نہیں سجایا جاتا موتی یا قوت وغیرہ کو جو خود ہی خوبصورت ہیں سجانے کی کیا ضرورت ہے خوبصورت عورت کے لیے تزئین کی ضرورت نہیں ہے بدصورت کو ضرورت ہے۔

حاجت مشّاطہ نیست روئے دل آرام را ۲؎

(دیکھو) شہد ہے وہ مکھیوں کی قے ہے، ریشم ہے وہ کیڑوں کا فضلہ ہے، مشک ہے وہ نافِ آہو کا خون ہے، عنبر ایک خاص قسم کی مچھلی کی قے یا اُس کا فضلہ ہے، جتنے اناج تمہارے یہاں پیدا ہوتے ہیں اگر کھاد نہ ڈالو تو پیداوار نہ ہو، کھاد ڈالنے سے گیہوں چنا پیدا ہوتا ہے گلاب کتنا خوشبودار پھول ہے مگر گلاب کی کاشت کرنے والوں سے پوچھو کہ کس طرح بار بار کھاد ڈالنا پڑتا ہے۔

(الغرض) دنیا دھوکے کی ٹٹی ۳؎ ہے اسی لیے فرماتے ہیں کہ اِن مذکورہ بالا چیزوں کو مزین کیا ہے تمہارے آزمانے کے لیے، فرماتے ہیں ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ﴾ تمہارے آزمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کو پیدا کیا ہے، حقیقت میں نہ تو دنیا محبوب چیز ہے اور نہ اُس کے ساتھ ہمیشہ نفع اُٹھانا ہے، دنیا تھوڑے دنوں کے لیے ہے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں امتحان کے لیے دی ہیں آیا تم اُس منعمِ حقیقی کو جس نے سب کچھ دیا ہے یاد کرتے ہو یا اِس دنیا کو محبوب رکھتے ہو ؟

جس عالم میں تم کو ہم کو جانا ہے اُس کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے کر دیا، پیغمبروں کو مبعوث کیا شریعت کو بنایا کتابوں کو نازل کیا تا کہ تم وہاں کی تکالیف سے بچے رہو، جس طرح یہاں کا انتظام کیا کھیتی باڑی تجارت وغیرہ کے ذریعے سے اسی طرح وہاں کا انتظام کیا گیا نماز روزہ حج زکوۃ صدقہ وغیرہ کے ذریعہ سے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادت کی کوئی حاجت نہیں، وہ بے پرواہ ہے جو کام کرو گے وہ اپنے ہی لیے کرو گے، کھیتی کرو گے اپنے لیے، تجارت کرو گے اپنے لیے، اسی طرح نماز پڑھو گے تو اپنے لیے،

۱؎ سُورہ اٰلِ عمران : ۱۴ ۲؎ محبوب کے چہرہ کو کنگھی کرنے کی حاجت نہیں۔

۳؎ ''ٹٹی'' شادی بیاہ کے موقع پر جو پھول وغیرہ سجا کر لے جاتے ہیں۔

اگر سب کے سب خدا کے باغی ہو جائیں تو اُس کی شہنشاہیت میں مچھر کے پر کے برابر بھی فرق نہیں آئے گا اور سب کے سب تقویٰ شعار بن جائیں تو بھی مچھر کے پر کے برابر اُس کی خدائی میں اضافہ نہیں ہوگا اور اگر سب کی مرادیں وہ پوری کردے تو اُس کے خزانے میں مچھر کے پر کے برابر کمی نہیں آئے گی۔

خداوندکریم نے اپنے فضل و کرم سے ماں کے پیٹ میں ہمیں دل زبان آنکھ کان ناک سب اعضاء بے مانگے دیے، ایک فلسفی کہتا ہے کہ انسان کے بدن کے اندر چار ہزار حکمتیں پوشیدہ ہیں بعد کو نہ معلوم کتنی اور حکمتوں کا انکشاف ہو، ان تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت قرآن شریف ہے جو اُمتِ محمدیہ ﷺ کو دی گئی ہے، قرآن سے پہلے جتنی کتابیں اُتاری گئیں کسی میں یہ دعوی نہیں کیا گیا کہ ایسی کتاب لے کر آؤ، قرآن میں تمام دنیا کو چیلنج دیا گیا کہ اگر تم کو شبہ ہو تو ایسا کلام بنا کر لاؤ، فرمایا گیا ﴿ وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآئَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ کہ اعلان کردوا ے محمد ﷺ تمام عرب کے سامنے، اہلِ مکہ کے سامنے کہ اگر تمام جنات تمام انسان جمع ہو کر یہ کوشش کریں کہ ایسا کلام بنا کر لائیں جیسا قرآن ہے تو نہیں بنا سکیں گے، کتنا زوردار کلام ہے، مشرکینِ عرب کے لیے آنحضرت ﷺ کو شکست دینے کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ ایسا کلام بنا لاتے وہ اہلِ زبان تھے خاص کر مکہ والے بڑے فصیح و بلیغ تھے اُن کی ایک ادبی انجمن آنحضرت ﷺ سے تقریبًا ڈیڑھ سو برس پہلے قائم ہو چکی تھی، ہر قوم کے شعراء اُدباء اور بُلغاء جمع ہوتے تھے اور اپنے اپنے قصیدے مجمعوں میں پیش کرتے تھے جس کا قصیدہ اچھا ہوتا تھا اُس کا قصیدہ خانہ کعبہ پر لٹکا دیا جاتا تھا اُس شاعر کا سال بھر تک چرچا ہوتا، سبعہ معلقات جو آپ کے درس میں داخل ہے اُس میں سات قصیدے اِسی قسم کے درج کیے گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ اُن لوگوں کے سامنے قرآن پیش فرماتے ہیں پہلے کہا گیا کہ پورا قرآن اِس جیسا بناؤ اِس کے بعد فرمایا کہ اچھا دس سورتیں اِس جیسی بنالاؤ اِس کے بعد ایک سورت کا مطالبہ کیا گیا، بڑی سورت کو نہیں فرمایا گیا سورۂ کوثر جیسی ہی کوئی چھوٹی سی سورت لے آتے، بعضوں نے بنایا بھی مگر ایسا ناقص کہ خود اُن کے آدمیوں نے اُس پر نفریں کی، مرتے گئے شکستوں پر شکستیں کھائیں مثلاً

غزوۂ خندق میں بارہ ہزار آدمیوں کو جو جنگجو تھے ہر قبیلے کے افراد اُن میں تھے اِس دعوے کے ساتھ چڑھا لائے کہ ہم مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے، ستائیس اٹھائیس روز مدینہ کا محاصرہ کیے پڑے رہے اور ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگالیا مگر ناکامی پر ناکامی ہوئی، آپ کی فوج (جماعت) چار ہزار تھی اور اُن کی بارہ ہزار، کفار پورا سامان لے کر آئے تھے آنحضرت ﷺ نے دربارِ الٰہی میں دعا فرمائی، فروری کا مہینہ تھا چلے کے جاڑے پڑ رہے تھے بڑے زور سے آندھی آئی آندھی نے دشمنوں کے تمام خیموں کو اُکھاڑ دیا دیگوں میں کنکریاں پڑ گئیں آگ نے اُڑ کر خیموں کو جلا دیا، ان کی تمام چیزیں برباد ہوگئیں اب کیا کریں ؟ دشمن کہنے لگے کہ بھاگو ! محمد ﷺ نے ہوا پر جادو کر دیا، آندھی چلوادی، کس قدر خرچہ اُن پر پڑا ہوگا، بارہ ہزار آدمیوں کو ستائیس دن تک کھانا کھلایا مجبور ہو کر وہاں سے لوٹے منہ کی کھائی، اس قدر پسپا ہوئے کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ کفار کی ایسی کمر ٹوٹی ہے کہ وہ مدینے پر چڑھائی کا آئندہ نام تک نہیں لیں گے (یہ سب باتیں کفار نے برداشت کیں لیکن قرآن کا جواب ایک چھوٹی سورت کے برابر بھی نہ لا سکے)۔

جنابِ باری کی ذات جیسی بے نظیر و بے مثیل ہے اُس کی صفات بھی ایسی ہی بے نظیر و بے مثیل ہیں لہٰذا اُس کا کلام بھی بے نظیر و بے مثیل ہونا چاہیے۔ عصائے موسیٰ، یدِ بیضا، ناقۂ صالح، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نابیناؤں کو بینا کرنا، وغیرہ وغیرہ یہ سب اعلیٰ درجے کے معجزے ہیں مگر حادث ہیں، قرآن خدا کی صفت ہے، صفات کے بغیر کوئی فعل صادر نہیں ہوسکتا، اگر کسی کے اندر صفت سخاوت ہے تو وہ کرم کرے گا اور اگر سخاوت کی صفت نہیں ہے تو ہرگز خرچ نہیں کرے گا، اسی طرح اگر شجاعت کی صفت ہے تو میدانِ جنگ میں آئے گا ہاتھ چلے گا، اگر شجاعت کی صفت نہیں ہے تو میدان میں نہیں آئے گا، غرضیکہ صفت اصلی چیز ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ کلام حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمائی، کسی پیغمبر کو یہ نعمت عطا نہیں کی گئی، مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک تو بادشاہ اپنے خزانے میں سے کسی کو جواہرات دیدے اور کسی کے ساتھ یہ سلوک کرے کہ اُس کو اپنا ہاتھ دیدے (دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے)۔

آج ہماری مساجد خالی پڑی ہیں، مدارس (عربیہ) جو ہیں اُن کے اندر امیروں کی اولاد

نہیں پڑھتی، غریب اپنی اولاد کو یہاں لاتا ہے امیر اپنی اولاد کو یونیورسٹی میں بھیجتے ہیں، اُن سے جب کہا جاتا ہے کہ اپنی اولاد کو مدرسۂ عربی میں داخل کردو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا لڑکا یہاں پڑھ کر کیا کرے گا ؟ زیادہ سے زیادہ کسی مسجد میں مؤذن یا امام ہوجائے گا، (حالانکہ) مؤذن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اُن کی گردنیں قیامت میں سب سے اُونچی ہوں گی۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر　　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد[1]

تم بھی پھٹے پرانے کپڑے والے طالب علم کو حقارت سے نہ دیکھو، جو لڑکا حفظ کیے ہوئے ہے اور قرآن پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَ رَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا[2] میرے بندے قرآن پڑھتا جا اور جنت کی سیڑھیوں پر چڑھتا جا، جہاں قرآن ختم ہوگا وہاں تیری محل سرا[3] بنے گی، تم نے اپنے بچوں کے لیے جنت کا (کوئی) انتظام نہیں کیا، اللہ تعالیٰ حافظِ قرآن سے فرمائے گا کہ اپنے کنبے کے دس آدمیوں کی سفارش کر، وہ کنبے کے دس ایسے آدمیوں کو جن کے لیے جہنم واجب ہوچکی تھی دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جائے گا۔

میرے بزرگو ! خدا کا یہ فضل ہمارے اُوپر ایسا ہے جو اوروں پر نہیں ہوا کہ ہم کو آنحضرت ﷺ کی غلامی کا شرف دیا گیا، آقا سے غلام کی عزت ہوتی ہے اگر آقا بڑا ہے تو غلام بھی بڑا ہے، ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم کو تمام پیغمبروں کے سردار خاتم النبیین ﷺ کی غلامی کا شرف دیا گیا، آپ کی اُمت میں ہم پیدا کیے گئے ہمارا کوئی احسان اللہ و رسول پر نہیں، اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے اسلام و ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی　　　منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت[4]

---

[1] دنیا کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ، تجھے کیا معلوم کہ اس گرد میں کوئی سوار موجود ہو۔

[2] سُنن ابوداؤد شریف رقم الحدیث ۱۴۶۴　[3] بادشاہوں، نوابوں اور راجاؤں کا زنان خانہ

[4] اِس بات کا احسان مت جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے بلکہ اُس کا احسان سمجھ کہ اُس نے تجھے خدمت میں رکھا ہے۔

اُسی کا احسان ہے کہ ہم کو حضرت محمد ﷺ کی اُمت میں پیدا کیا اُسی کا احسان ہے کہ ہم مسلمان ماں باپ سے مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے، (ہماری یہ حالت ہوگئی ہے کہ) ہم نہ تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور نہ اُس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، خدا کا فضل ہے کہ ہم کو ہلکی شکرگزاری کا حکم کیا گیا، صبح کو شام کو رات کو دن کو کسی وقت تھوڑی دیر بیٹھ کر یہ سوچا کرو کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے اُوپر کیا کیا انعام ہے ؟ ذکرِ نعمت بہت ضروری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ﴾[1] یہاں بے قید فرمایا کہ تم شکریہ ادا کروگے یعنی اگر کسی درجے میں بھی شکر کروگے تو میں ضرور بالضرور اپنی نعمتوں کو زیادہ کرتا رہوں گا، آپ کو (زیادہ) دعا مانگنے اور وظیفہ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو کہ اِس میں سب کچھ ہے، آگے فرماتے ہیں کہ اگر تم کفرانِ نعمت کروگے تو جان لو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

میرے بزرگو ! اللہ تعالیٰ نے ہم کو بڑے بڑے انعام دیے ہیں اُن میں سب سے بڑا اِنعام قرآن ہے، آنحضرت ﷺ کے طفیل میں ہمیں یہ اِنعام ملا ہے اِس کی قدر کیجئے، بعضے بیوقوف کہتے ہیں کہ بے معنی قرآن پڑھنا فضول وقت ضائع کرنا ہے، یہ غلط بات ہے بے سمجھی کی بات ہے آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں کہ قرآن کے ہر ہر حرف پر اللہ تعالیٰ دس دس نیکیاں دے گا، پھر فرماتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' میں دس نیکیاں ملیں گی بلکہ ''الف'' پر دس ''لام'' پر دس اور ''میم'' پر دس، مجموعے میں تیس نیکیاں ملیں گی، ''الم'' کے معنی صحیح طور پر کوئی نہیں بتلا سکتا، بڑے بڑے مفسرین ''الم'' کے بارے میں کہتے ہیں اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ. اس سے معلوم ہوا کہ معنی جانے یا نہ جانے تلاوتِ قرآن سے ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملیں گی، اگر اس کے ساتھ معنی بھی سمجھے تو بہت ہی اچھا ہے جیسا کہ آپ کے یہاں مرادآباد میں انتظام ہے، بہت سے شہر اِس ترجمۂ قرآن سے محروم ہیں، مرادآباد کی خوش قسمتی ہے کہ مولانا عبدالحق مدنی یہاں موجود ہیں اِنہوں نے مدت ہوئی کراچی چھوڑ کر یہاں کا قیام اختیار کیا اور جب سے آئے ہیں خدمت قرآن میں لگے ہوئے ہیں اور آپ کو بار بار قرآن کا ترجمہ سناتے ہیں،

[1] سُورہ ابراھیم : ۷

یہ بھی خدا کا انعام ہے ان کو خود مدینے والے طلب کرتے ہیں، مدرسہ شرعیہ (مدینہ منورہ) اِس بات کا طالب ہے کہ یہ وہاں پڑھائیں لیکن آپ کی محبت وخیر خواہی کا جذبہ ہے کہ وہ یہاں رہتے ہیں، مدینے میں ان کا گھر بھی موجود ہے، وہاں اہلِ شہر عام طور پر اِن سے واقف ہیں، یہ مدینے میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم حاصل کی ہے اللہ کا فضل ہے کہ دینی وتعلیمی خدمت کے واسطے اُس نے اِن کو یہاں بھیج دیا، جس قدر ممکن ہو اِن سے نفع حاصل کیجئے۔

غنیمت جان لے مل بیٹھنے کو !

جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

میرے بھائیو ! دین کو حاصل کیجئے قرآن کو حاصل کیجئے قرآن بڑی دولت ہے اِس کے پڑھنے میں سمجھنے میں تلاوت کرنے میں حفظ کرنے میں کوتاہی نہ کیجئے۔ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس سینے میں قرآن ہوگا اُس کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی، حدیث میں قرآن کی سورتوں کے فضائل آئے ہیں مثلاً سورۂ ملک کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ عذابِ قبر سے نجات دینے والی ہے، سورۂ یٰسین کو قلبِ قرآن فرمایا گیا ہے، قرآن عظیم الشان نعمت ہے اِس کی قدر کیجئے خصوصًا رمضان کے اندر رمضان کو قرآن سے بڑی نسبت ہے اسی مہینے میں قرآن اُتارا گیا اور اسی مہینے میں آنحضرت ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے ایک مرتبہ اِس کا دور فرمایا کرتے تھے، عمر کے آخری سال میں دو مرتبہ دور فرمایا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور رمضان کے اندر دن اور رات میں دو قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے اہل اللہ سے ایسا ہی منقول ہے۔ قرآن کے معنی سمجھ میں آئیں فبہا، اگر سمجھ میں نہ آئیں تب بھی تلاوت کیجئے، یہ قرآن شریف قیامت میں کام آنے والا ہے۔ اِختتامی دُعا..............

قسط : ۷

تبلیغِ دین

﴿ حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہورہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے ، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (اِدارہ)

اعمالِ ظاہری کے دس اُصول

(۷) ساتویں اصل .... طلبِ حلال کا بیان :

جہاں کہیں عبادت کا حکم ہوا ہے اُس کے ساتھ ہی ''اکلِ حلال'' کا بھی حکم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک چیز کھایا کرو اور نیک کام کیا کرو۔ سرکارِ دو عالم رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''ایمان لانے اور نماز پڑھنے کی فرضیت کے بعد رزقِ حلال کی تلاش فرض ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''اگر تم نمازیں پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزے رکھتے رکھتے تانت کی طرح دبلے بھی ہو جاؤ تو بغیر تقوی اختیار کیے اور مالِ حرام سے بچے کچھ بھی قبول نہ ہوگا۔'' رزقِ حرام کھا کر عبادت کرنا ایسا بیکار ہے جیسا گوبر پر مکان تعمیر کرنا یاد رکھو کہ رزقِ حلال کو قلب کی نورانیت میں بڑا اَثر ہے لہٰذا مالِ حرام سے بچنا اور تقوی اختیار کرنا نہایت ضروری ہے، تقوی کے چار درجے ہیں :

☆ پہلا درجہ : جن چیزوں یا جس مال کی حرمت پر علمائے دین اور فقہائے شریعت کا فتوی ہے اُن کا استعمال نہ کرو کیونکہ اُن کے استعمال سے آدمی فاسق بن جاتا ہے اور ثقاہت (دین میں پختگی) جاتی رہتی ہے، یہ تو عام مومنین کا تقوی کہلاتا ہے۔

☆ دوسرا درجہ : صلحاء کا تقوی ہے یعنی مشتبہ چیز سے بھی پرہیز کرنا کیونکہ علمائے شریعت نے ظاہری حالت دیکھ کر اگرچہ مشتبہ کو حلال کہہ دیا ہے مگر چونکہ اِس میں حرمت کا احتمال ہے اور اسی وجہ سے وہ شے مشتبہ کہلاتی ہے لہٰذا صلحاء اس کو بھی استعمال نہیں کرتے، دیکھو جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جس میں شبہ ہو اُس کو چھوڑ دو اور اُس کو اختیار کرو جس میں کچھ بھی شبہ نہ ہو۔''

جائز زینت اور مباح لذت سے پرہیز کرنے کا راز :

☆ تیسرا درجہ : اتقیاء کا تقوی ہے جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''مسلمان جب تک خطرہ والی چیزوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے بے خطرہ چیزوں کو بھی ترک نہ کرے گا اُس وقت تک اتقیاء کے درجے کو ہرگز نہ پہنچے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حرام کے مرتکب ہو جانے کے اندیشہ سے ہم حلال کے بھی دس حصوں میں سے نو حصے ترک کر دیتے ہیں۔'' اسی بنا پر اللہ کے پرہیز گار بندے جب سو روپیہ کے مستحق ہوتے ہیں تو ایک کم سو لیتے ہیں اور جس وقت دوسرے کا حق دیتے ہیں تو ایک حبہ[۱] زیادہ

[۱] یہ زیادہ دینا سود نہیں ہے اس لیے کہ شرط قرار نہیں دی گئی تھی بلکہ تبرع اور احسان ہے کہ بلا استحقاق دوسرے کے ساتھ سلوک کیا۔

دیتے ہیں اور جب اپنا حق لیتے ہیں تو ایک حبہ کم لیتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے کہ بیت المال کا مشک ان کے پاس آتا تو اپنی ناک بند کر لیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اِس کی خوشبو کو سونگھنا بھی تو اِس کا استعمال ہی کرنا ہے لہٰذا بیت المال کے مشک کی خوشبو کو میں سونگھنا نہیں چاہتا۔

مزہ دار حلال چیزوں کے کھانے اور جائز زینت اور آراستگی سے پرہیز کرنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ زبان کو مزہ لگنا اچھا نہیں ہے کیونکہ آج حلال کا مزہ پڑا ہے تو کل حرام کی لذت حاصل کرنے کا شوق ہو جائے گا۔ قرآن شریف میں کافروں کی کثرتِ مال ومتاع اور دنیاداروں کے جاہ وحشم کی جانب نظر کرنے کی جو ممانعت آئی ہے وہ بھی اسی لیے آئی ہے کہ اِس چمک دمک سے ایمان کی شیرینی کم ہو جائے گی اس لیے کہ دنیا کے مال ومتاع کی رغبت اور محبت سے قلب میں ایمان کی محبت نہیں رہا کرتی، ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس کا کپڑا پتلا اُس کا ایمان بھی پتلا، غرض اتقیاء کے نزدیک وہی مال حلال اور قابلِ استعمال ہے جس میں نہ بالفعل کسی قسم کا شبہ ہو اور نہ آئندہ کسی آفت کا خطرہ یا احتمال ہو۔

صدیقین کا تقوی اور احتیاط کے قصے :

☆ چوتھا درجہ : صدیقین کا تقوی ہے یعنی جس چیز کے کھانے سے عبادات اور طاعت پر قوت حاصل نہ ہو اُس سے پرہیز کرنا مثلاً ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ اُنہوں نے دوا پی تو اُن کی بیوی نے کہا کہ چند قدم ٹہل لیجئے انہوں نے جواب دیا کہ فضول وعبث حرکت جائز نہیں ہے میں اپنے نفس سے تمام حرکات وسکنات کا محاسبہ (حساب لینا) کیا کرتا ہوں بھلا اس چہل قدمی کو کس حساب میں شمار کروں گا، اسی طرح جس شے کے اپنے نفس تک پہنچنے کے وسائل میں سے کسی ایک سبب کے اندر بھی کچھ معصیت خداوندی کو دخل ہو اُس سے بھی پرہیز کرنا اس درجہ میں ضروری ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جیل خانے میں قید تھے کسی نیک بخت عورت نے ان کو بھوکا پا کر اپنی حلال معاش میں سے کچھ کھانا پکایا اور داروغہ جیل کے ہاتھ ان تک پہنچایا مگر

شیخ نے قبول نہ کیا اور یہ کہہ کر اُس کو واپس کر دیا کہ کھانا اگرچہ حلال ہے لیکن طباق نجس ہے، طباق سے مراد جیل خانے کے داروغہ کا ہاتھ ہے کہ وہ ظالم ہے اور ظالم کا ہاتھ پڑنے کی وجہ سے کھانا اس قابل نہ رہا کہ میں اِس کو کھالوں۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ شہروں کی اُن نہروں کا پانی بھی نہ پیتے تھے جن کو غیر محتاط اور ظلم پسند بادشاہوں نے کھدوایا تھا۔

ایک بزرگ کا غلام کسی فاسق شخص کے گھر سے چراغ روشن کر لایا تو اُنہوں نے بجھا دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندے کے چراغ سے روشن کیے ہوئے چراغ کی روشنی نفع اُٹھانے کے لائق نہیں ہے۔

غرض ﴿ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ ﴾ کے پورے عامل صرف یہی لوگ تھے کہ ''کہو اللہ، اُس کے بعد سب کو چھوڑ دو'' انہوں نے کبھی ایسی چیز کا استعمال نہیں کیا جو اللہ واسطے نہ تھی، یہ درجہ حاصل کرنا تو چونکہ آسان نہیں ہے اس لیے صرف ثقہ (بھروسہ کے) مسلمانوں کا تقوی تو ضرور حاصل کرو کہ اُن چیزوں کے پاس نہ پھٹکو جن کی حرمت پر علمائے دین کا فتوی ہے۔

تمام حیلوں کا صحیح مطلب اور اُن سے احتیاط کی ضرورت :

اس کے ساتھ دو باتوں کا اور بھی خیال رکھو :

پہلی بات تو یہ ہے کہ بعض فقہاء نے مسائلِ شرعیہ کے متعلق جو حیلے بیان کیے ہیں اُن کی جانب التفات نہ کرو مثلاً یہ حیلہ کہ سال ختم ہونے سے پہلے اپنا تمام مال اپنی بیوی کے نام اور بیوی کا سارا مال اپنے نام منتقل کر لیا کہ چونکہ مملوکہ مال سال بھر اپنی مِلک میں نہیں رہا اس لیے زکوۃ واجب نہیں ہوئی اس قسم کا حیلہ کبھی مت اختیار کرنا۔ بات یہ ہے کہ فقہائے شریعت کا کام چونکہ دنیوی انتظام و سیاست ہے اس لیے اس حیلہ کی صورت میں زکوۃ ساقط ہونے کا فتوی دینے سے اُن کی مراد یہ ہے کہ دنیا کا منتظم اور حاکم وقت سلطان اُسی مسلمان سے زکوۃ کا مطالبہ کرے گا جس کا مال پورے سال بھر تک اس کے قبضہ مالکانہ میں دیکھ لے گا اور حیلہ کرنے والے متمول (مالدار) مسلمان کے پاس سلطانی محصل

تحصیلِ زکوۃ کے لیے نہیں آئے گا کیونکہ جتنی بات بندوں کے دیکھنے کے متعلق تھی یعنی مالکانہ قبضہ وہ ختم سال سے قبل بیوی کے نام منتقل ہوجانے کی وجہ سے جاتا رہا مگر تمہیں چونکہ معاملہ اپنے پروردگار سے رکھنا ہے اور وہ دلوں کے حالات سے واقف ہے اس لیے یہ مکروفریب آخرت میں کام نہ آئے گا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ زکوۃ سے مقصود بخل کی عادت کا دُور کرنا ہے اور جب زکوۃ تک سے بچنے کے حیلے کرنے لگو گے تو بخل کہاں دُور ہوا بلکہ بخل کو تو سر چڑھا کر اپنا اِمام اور پیشوا بنالیا کیونکہ اُس کا یہاں تک کہنا مانا کہ اِس بخل کو نجات دہندہ اور اللہ کے سامنے سرخرو کردینے والا سمجھ بیٹھے تو اِس صورت میں زکوۃ کا مقصود بالکل حاصل نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو مصلحت اس میں رکھی تھی اُس کی جانب توجہ بھی نہیں کی اور برعکس معاملہ کیا کہ بخل کو دُور کرنے کی جگہ اس میں ترقی کی مثلاً مسلمان اپنی بیوی کو اِس غرض سے تکلیف میں رکھتے ہیں کہ وہ تنگ آکر اپنا مہر معاف کردے اور جب وہ بیچاری مصیبت سے گھبرا کر زبان سے معاف کرنے کا لفظ نکال دیتی ہے تو مطمئن ہوجاتے ہیں اور اِس کو حلال سمجھتے ہیں بھلا ایسا مال شوہر کو کیوں کر حلال ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ ﴾ میں خود فرمایا ہے کہ ہاں وہ مہر جو عورتیں برضائے نفس معاف کردے اور جب وہ بے چاری مصیبت سے گھبرا کر زبان سے معاف کردیں تو تمہارے لیے حلال ہے اب تم ہی بتاؤ کہ جس مہر کی معافی برے برتاؤ اور ایذا رسانی سے ہوئی ہو کیا وہ بخوشی خاطر سمجھی جائے گی۔

رضائے نفس ورضائے قلب کا لطیف فرق :

یاد رکھو کہ رضائے قلب دوسری شے ہے اور رضائے نفس دوسری چیز ہے مثلاً پچھنے لگوانے، تلخ دوا پینے، فصد کھلوانے، پھوڑے پھنسی میں شگاف لگوانا یہ سب تکلیفیں ایسی ہیں کہ اِن کو قلب تو پسند کرتا ہے مگر نفس پسند نہیں کرتا اس لیے کہ نفس تو اُسی بات کو پسند کرتا ہے جس میں اُس وقت لذت حاصل ہو البتہ قلب اُس چیز کو پسند کرتا ہے جس میں اِس وقت اگرچہ تکلیف ہو مگر آئندہ نفع کی اُمید ہو کیونکہ نفس کا یہ کام نہیں ہے کہ بعد میں آنے والی راحت کے خیال سے اِس وقت تکلیف کو گوارا کرے پس اگر بیوی نے تکلیف سے تنگ آکر اور خاوند کی ایذاؤں سے گھبرا کر اپنی آئندہ مصلحت اور

باقی ماندہ عمر کی آسائش کے خیال سے دوائے تلخ پی لی یعنی دین مہر کی معافی گوارا بھی کر لی تو اِس کا نام رضائے قلب ہوا نہ کہ رضائے نفس اور دین مہر کے حلال ہونے میں اعتبار رضائے نفس کا ہے جیسا کہ اُوپر کی آیت سے معلوم ہوا نہ کہ رضائے قلب کا پس اگر اس رضا کے حیلہ سے حکومت وسلطنت دنیوی میں کوئی شخص تقاضا کرنے والا نہیں رہا تو کیا اللہ کے سامنے بھی اس کی بدولت سرخرو ہو جاؤ گے ؟ بتلاؤ احکم الحاکمین (سب حاکموں سے بڑا حاکم) کو کیا جواب دوگے جبکہ رضائے قلب اور رضائے نفس سے بحث پیش ہو اور پوچھا جائے کہ ہماری اجازت کے خلاف حیلہ جوئی سے ایک بے کس اور ضعیفہ کا حق کیوں ہضم کیا ؟

مجمع میں سوال کرنے کی قباحت اور ظاہری دینداری سے دنیا کمانے کی برائی :

اسی طرح کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ کیونکہ بھیک مانگنا بری بات ہے اور اگر سخت ضرورت کے وقت سوال کرنے کی نوبت آئے تو اِس کا ضرور خیال رکھو کہ مجمع میں سوال نہ کرو کیونکہ اکثر ایسی حالت میں دینے والا جو کچھ بھی تم کو دے گا وہ اپنے مجمع میں ذلت ورُسوائی اور ہم چشموں میں سُبکی کے خیال سے دے گا اور اس کو بخوشی خاطر دینا نہیں کہتے ، پس ایسا دیا ہوا مال استعمال کے قابل نہیں ہے کیونکہ کسی کے بدن پر مار کر لینا یا کسی کے دل پر شرم اور دباؤ کا کوڑا مار کر لینا دونوں برابر ہیں۔

نیز اپنے دین کو ذریعہ کسب نہ بناؤ مثلاً صلحا، فقرا کی سی صورت اس نیت سے نہ بناؤ کہ ہمیں بزرگ سمجھ کر لوگ دیں گے حالانکہ تم بالکل کورے ہو اور تمہارا دل گندگی سے آلودہ ہے، یاد رکھو کہ دوسرے کا دیا ہوا مال تمہیں اُس وقت حلال ہے جبکہ تمہاری چھپی ہوئی حالت ایسی نہ ہو کہ اگر دینے والا اُس سے آگاہ ہو جائے تو ہرگز نہ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر تم نے صورت بزرگوں کی سی بنائی اور تمہارے دل میں خواہشاتِ نفسانی کا ہجوم ہے اور ظاہر ہے کہ دینے والے نے جو کچھ تم کو دیا ہے وہ صرف تمہاری صورت دیکھ کر دیا ہے کہ اُس کو تمہاری باطنی گندگی کی بالکل خبر نہیں ہے تو اگرچہ علمائے شریعت جو ظاہری انتظام کے متکفل (ذمہ دار) ہیں اس مال کو حلال بتلائیں گے مگر صاحبِ بصیرت ضرور حرام کہے گا اور اِس کو استعمال میں لانے کی ہرگز اجازت نہ دے گا۔

قلب سے فتوی لینے کی ضرورت :

دوسری بات جس کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ علماء کے فتوی پر اکتفا نہ کیا کرو بلکہ اپنے دل سے بھی پوچھا کرو کہ اِس معاملہ میں دل کیا کہتا ہے ؟ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''تم اپنے دلوں سے بھی فتوے لیا کرو اگرچہ مفتی فتوے دے چکیں'' بات یہ ہے کہ گناہ مسلمان کے دل میں ضرور چبھا کرتا ہے کیونکہ جو چیز ضرر پہنچانے والی ہوگی وہ دل میں کھٹکے بغیر نہ رہے گی، پس جو شے درحقیقت حرام ہوگی یا جو کام فی الواقع گناہ ہوگا اُس کو تمہارا دل بے کھٹکے ہرگز قبول نہ کرے گا اور ہر چیز کی اصلیت اس طرح پر دل کے فتوے سے معلوم ہو جایا کرے گی۔

نفس کو تشدد سے بچانا ہے :

نفس پر زیادہ تشدد بھی نہ کرو مثلاً کہنے لگو کہ ایسا مال کہاں ہے جو مشتبہ بھی نہ ہو اور کسی ظالم یا فاسق کے ہاتھ میں نہ ہو کر آیا ہو ؟ اور جب ایسا مال نہیں مل سکتا تو یا تو انسان جوگی بن کر گھاس پات کھانے پر قناعت کرے اور ایسا نہ کر سکے تو بے باک ہو کر جو چاہے کھائے پیے ایسا خیال کرنا گمراہی ہے، بات یہ ہے کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور اُن کے بین بین (بیچ بیچ) کی چیزیں مشتبہ کہلاتی ہیں مگر تم کو صرف اتنی تکلیف دی گئی ہے کہ جو مال شرعاً حلال ہے اور اُس کے حرام اور نجس ہونے کا کوئی ظاہری سبب تم کو معلوم نہیں ہے اُس کو حلال سمجھ کر کھاؤ پیو۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مشرک آدمی کے مشکیزہ سے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کیا اور پیاس ہوتی تو پی بھی لیتے، اس سے معلوم ہو گیا کہ خوامخواہ وہم کرنا کہ اللہ جانے یہ پانی پاک ہے یا ناپاک، جائز نہیں ہے۔

عارض کی تحقیق نہ ہونے پر اصل پر عمل کرنا چاہیے :

جب پانی کے ناپاک ہونے کی بظاہر کوئی وجہ تم کو معلوم نہیں ہے تو اس کو پاک ہی سمجھنا چاہیے اسی طرح جو حلال شے کسی ایسے آدمی کے ہاتھ میں پاؤ جس کا حال تم کو معلوم نہ ہو تو اُس کو پاک سمجھو

اور مسلمانوں کے ساتھ حسنِ ظن (اچھا گمان) رکھو اور یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں ے پاس جو کچھ مال ہے حلال اور پاک ہی کی کمائی کا ہوگا اُس کی دعوت بھی قبول کر لیا کرو خصوصًا جبکہ مسلمان صالح اور دیندار ہو، ہاں البتہ ظالم بادشاہ یا سود خور یا شراب بیچنے والے شخص کا مال جب تک یہ نہ پوچھ لو کہ کس حلال طریقہ سے کمایا ہے حلال نہ سمجھو پس اگر تحقیق کے بعد معلوم ہو جاوے کہ سود یا ظلم کی کمائی اور شراب کی قیمت نہیں ہے تو اس کا لینا بھی حرام نہیں ہے اور اگر کسی کے پاس غالب حصہ حلال آمدنی کا ہے اور کم حصہ حرام کا تو اُس کا کھانا بھی حلال ہے البتہ اگر نہ کھاؤ تو تقوی ہے۔

حضرت شیخ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے کارندہ متعینہ بصرہ نے بذریعہ خط کے ان سے دریافت کیا تھا کہ جو شخص ظالم بادشاہ سے داد و دہش (لین دین) رکھتا ہو مجھے اُس سے لین دین کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ تو شیخ نے لکھا کہ ''اگر اس شخص کا اس کے علاوہ اور بھی کوئی ذریعہ کسب ہو تو اُس سے معاملہ کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز۔''

غرض دنیا میں چھ قسم کے آدمی ہیں اور ہر ایک کے ساتھ معاملہ کا جدا حکم ہے جس کو ہم نمبروار بیان کرتے ہیں :

مال کی حالت وحرمت کی شناخت :

پہلی قسم : وہ آدمی جن کی صورتِ کسب اور دینداری اور بد دینی کا حال کچھ بھی معلوم نہیں ہے، ایسے لوگوں کا دیا ہوا مال حلال ہے اور اس سے پرہیز کرنا ضروری نہیں ہے البتہ احتیاط کے خیال سے نہ کھایا جائے تو تقوی میں داخل ہے۔

دوسری قسم : وہ صلحاء جن کی دینداری کھلی ہوئی اور کمائی کا مشروع طریقہ ظاہر ہے اُن کے مال میں شبہ کرنا وسوسہ شیطانی ہے بلکہ اگر اُن کو اس کے پرہیز کرنے سے رنج ہو تو ایسا تقوی بھی حرام اور معصیت ہے۔

تیسری قسم : وہ لوگ جن کا سارا مال یا نصف سے زیادہ مال ظلمًا یا سود یا شراب کی بیع وشرا سے حاصل ہوا ہے اُن کا دیا ہوا مال یقیناً حرام ہے اور اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

چوتھی قسم : وہ لوگ جن کا نصف سے کم مال حرام کے ذریعہ سے کمایا ہوا ہے اور تمہیں معلوم بھی ہے کہ زیادہ مقدار کسبِ حلال ہی کی ہے مثلاً دو ذریعہ تو حلال کے ہیں ایک یہ کہ وہ کوئی مشروع تجارت کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ ترکہ میں کچھ جائیداد پائے ہوئے ہے جس کی آمدنی اس کو ملتی ہے اور ایک ذریعہ حرام ہے مثلاً کسی ظالم بادشاہ کا نوکر ہے اور تنخواہ لیتا ہے مگر اس کے ایک ذریعہ کی نسبت ان دو ذریعوں کی آمدنی زیادہ ہے تو چونکہ اس کے پاس زیادہ مال حلال ہے اس لیے کثرت کا اعتبار کیا جائیگا اور اس کے دیے ہوئے مال کو حلال ہی سمجھا جائے گا البتہ اس سے پرہیز کرنا تقوی میں شمار ہوگا۔

پانچویں قسم : وہ لوگ ہیں جن کے کسب کا ذریعہ اگرچہ معلوم نہیں ہے مگر ظلم وتعدی کی علامتیں ان پر نمایاں ہیں مثلاً جابر حکام کی سی شکل ولباس اور وضع اختیار کیے ہوئے ہیں تو چونکہ یہ ظاہری حالت یوں بتا رہی ہے کہ ان کا مال بھی ظلمًا ہی حاصل ہوا ہوگا لہٰذا اس سے احتیاط کرنی چاہیے اور اس کو تفتیش کیے بغیر حلال نہ سمجھو۔

چھٹی قسم : وہ لوگ ہیں جن پر علامتِ ظلم تو کوئی نمودار نہیں ہے البتہ فسق وفجور (گناہ گاری ڈھکی چھپی فسق اور کھلم کھلا فجور ہے) کے آثار نمایاں ہیں مثلاً داڑھی منڈی ہوئی ہے یا مونچھیں بڑی ہوئی ہیں یا فحش بک رہا اور گالیاں دے رہا ہے یا اجنبی عورت کی طرف دیکھ رہا ہے یا اس سے باتیں کر رہا ہے تو اگرچہ یہ فعل سب حرام ہیں مگر مال کے حاصل کرنے میں چونکہ ان کو کچھ دخل نہیں ہے لہٰذا مال کو حرام نہیں سمجھا جائے گا پس اگر تم کو معلوم ہو کہ یہ مال اس نے ترکہ پدری میں پایا ہے یا کسی حلال ذریعہ سے کمایا ہے تو اس کو حلال سمجھو۔ دیکھو جناب رسول اللہ ﷺ نے مشرک کے پانی کو نجس نہیں سمجھا پس جب مجوسیت (آتش پرستی) اور نصرانیت (عیسائیت) کے سبب پانی مشتبہ یا ناپاک نہیں ہوا تو مسلمان کا مال محض اُس کے فسق وفجور کی وجہ سے کیسے ناپاک ہوسکتا ہے البتہ اگر اُس کے مال کا حلال ذریعہ کسب بھی تم کو معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں اُس مال کے استعمال میں تامل اور احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

اس تشریح کے بعد پھر ہم یہی کہتے ہیں کہ اپنے دل سے بھی فتوی لے لو اور جس مال سے دل کھٹکے اُس کا ہرگز استعمال نہ کرو البتہ یہ ضرور دیکھ لو کہ دل کے فتوی پر عمل کرنے اور تقوی اختیار کرنے سے اُس شخص کو رنج تو نہ ہوگا۔

جس تفتیش سے مسلمانوں کو ایذا پہنچے وہ حرام ہے :

پس اگر رنج کا اندیشہ ہو تو ایسا تقوی کرنا بھی جائز نہیں ہے مثلاً کسی نامعلوم الحال مسلمان نے کوئی چیز ہدیہ تمہیں دی یا تمہاری دعوت کی اور تم نے تقوی کی بنا پر اُس کے مال کی تفتیش شروع کر دی تو ظاہر ہے کہ یا تو خود اُسی سے پوچھو گے یا اُس سے خفیہ دوسرے لوگوں سے تحقیق کرو گے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر اُس سے پوچھا تو اُس کو ضرور رنج ہوگا یا اگر دوسروں سے پوچھا اور اُس کو خبر ہوگئی تو مسلمان کو رنج پہنچانے کے علاوہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی رکھنے اور بعض دفعہ غیبت اور تہمت میں مبتلا ہونے کا بھی اندیشہ ہے اور یہ سب حرام ہیں اور تقوی کا چھوڑنا حرام نہیں ہے پس ایسے موقع پر اس مسلمان کا دل خوش کرنا واجب ہے۔

دیکھو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا وہ کھانا جو کسی مسلمان نے ان کو صدقہ دیا تھا بے تامل کھا لیا اور صدقہ دینے والے کے مال اور حال کا تجسس نہ فرمایا البتہ جب آپ مدینے میں تشریف لائے تو شروع شروع میں جو چیز آپ کی نذر کی گئی تو آپ نے یہ ضرور پوچھ لیا کہ صدقہ ہے یا ہدیہ ؟ اور یہ بھی صرف اس وجہ سے کہ صدقہ کا مال آپ کے لیے حلال نہ تھا اور اس سوال میں اس کو رنج یا ایذا بھی نہیں ہوئی تھی کیونکہ صدقہ اور ہدیہ دونوں کی ایک ہی صورت ہے صرف دینے والے کی نیت اور محل و مصرف کا فرق ہوتا ہے باقی اس سے زیادہ تفتیش نہیں فرمائی کہ کس طرح اور کہاں سے حاصل کیا ؟ آپ کی عادت تھی کہ جو مسلمان آپ کی ضیافت (دعوت) کرتا آپ بلا تامل قبول فرما لیتے اور کہیں منقول نہیں ہے کہ آپ نے اس سے سوال کیا ہو کہ تمہارا مال کس ذریعہ سے حاصل ہوا ہے البتہ شاذ و نادر کسی غالب شبہ کے موقع پر تحقیقِ حال فرمائی ہے۔ (باقی صفحہ ۳۵)

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اَحادیثِ مبارکہ میں شوال المکرّم کے چھ نفلی روزوں کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے چنانچہ میزبانِ رسول ﷺ حضرت ابو اَیوب اَنصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا :

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.[1]

''جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اُس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو اُس کا یہ عمل ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہوگا۔''

ف : علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ اگر اُنتیس ہی دن کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تیس روزوں کا ثواب دیتے ہیں اور شوال کے چھ نفلی روزے شامل کرنے کے بعد روزوں کی تعداد چھتیس ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون ﴿ اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا ﴾ (ایک نیکی کا ثواب دس گنا) کے مطابق ۳۶ کا دس گنا ۳۶۰ ہو جاتا ہے اور پورے سال کے دن ۳۶۰ سے کم ہی ہوتے ہیں سو جس نے پورے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں چھ نفلی روزے رکھے وہ اِس حساب سے ۳۶۰ روزوں کے ثواب کا مستحق ہوگا، اور اَجر و ثواب کے لحاظ سے یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی بندہ سال کے ۳۶۰ دن برابر روزے رکھے۔

بہتر ہے کہ یہ روزے شوال کے شروع میں رکھ لیے جائیں کیونکہ رمضان میں روزے رکھنے سے روزوں کی عادت سی ہو جاتی ہے اِس لیے بعد کے چھ روزے رکھنا مشکل نہیں ہوتا، دُوسرے اِن روزوں کو مؤخر کرنے کی صورت میں بسا اَوقات روزے رکھنے کا اِتفاق نہیں ہوتا اور اِس طرح یہ رہ جاتے ہیں۔

---

[1] مسلم شریف کتاب الصوم رقم الحدیث ۱۱۶۴ ، مشکوۃ کتاب الصوم رقم الحدیث : ۲۰۴۷

بعض لوگ عید کے دُوسرے دن ہی سے اِن روزوں کے رکھنے کو ضروری خیال کرتے ہیں یہ غلط ہے فقہائے کرام کا کہنا ہے کہ شوال میں جب بھی یہ روزے رکھ لیے جائیں جائز ہے اور اِن کا اَجر وثواب ملتا ہے۔

یاد رہے کہ جس کے رمضان کے کچھ روزے رہ گئے ہوں پہلے وہ اُن کو رکھے بعد میں شوال کے روزے رکھے، اگر کوئی شوال کے روزوں میں قضاءِ رمضان کی نیت کرے گا تو اُسے مذکورہ ثواب حاصل نہیں ہوگا کیونکہ جب کوئی شوال کے روزوں میں قضاءِ رمضان کی نیت کرے گا تو وہ تو رمضان کے روزے پورے کرے گا، اگر مزید روزے رکھتا ہے تو رمضان اور شوال کے روزے مِل کر مذکورہ ثواب کے حصول کا ذریعہ بنیں گے ورنہ نہیں مثلاً کسی کے رمضان کے چھ روزے قضا ہو گئے اب وہ شوال میں چھ روزے قضاءِ رمضان کے رکھتا ہے تو اِس طرح اُس کے رمضان کے تیس روزے پورے ہوئے اب اگر چھ روزے مزید رکھے گا تو چھتیس بنیں گے اور تین سو ساٹھ روزوں کا ثواب ہوگا ورنہ نہیں۔

❁ ❁ ❁

بقیہ : تبلیغ دین

بازار کی چیزوں میں اصل حلت ہے :

رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ ؓ سفر میں بازار سے تمام ضروریات کی چیزیں کھاتے اور خریدتے تھے حالانکہ یہ بھی جانتے تھے کہ سود اور لوٹ اور مالِ غنیمت میں خیانت کیے ہوئے مال بھی بازاروں ہی میں فروخت ہوتے ہیں مگر ان توہمات کی طرف کبھی توجہ نہیں فرمائی بلکہ غالب اور کثرت کی بنا پر بازار میں فروخت ہونے والے سارے مال کو تفتیش و تحقیق کے بغیر حلال سمجھا، اسی طرح تم بھی بازار کی چیزوں کو حرام نہ سمجھو البتہ اگر ناجائز اور حرام طریقہ سے حاصل کی ہوئی چیزیں کسی شہر یا بازار میں بکثرت فروخت ہونے لگیں تو اُس وقت تفتیش و تحقیق حال کے بغیر خریدنا اور استعمال میں لانا بے شک جائز نہیں ہے۔ (جاری ہے)

قسط : ۱

فضائلِ مسواک

﴿ حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مظاہری، انڈیا ﴾

مسواک کی اہمیت احادیث کی روشنی

مسواک اور فطرت :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ (یعنی الاستنجاء قال الراوی ونسیت العاشرة الا ان تکون المضمضة. (مشکوة : رقم ۳۷۹)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں: مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی دینا، ناخن کاٹنا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال اُکھاڑنا، موئے زیرِ ناف مونڈنا، استنجاء کرنا، راوی کہتے ہیں کہ میں دسویں چیز بھول گیا مگر یاد پڑتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَدَّادٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلسِّوَاكُ الْفِطْرَةُ .(اخرجه ابو نعیم)

''حضرت عبداللہ بن حداد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مسواک کرنا فطرت ہے۔''

ف : فطرت کے معنی میں محدثین کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ فطرت کا مطلب یہ ہے کہ یہ دس چیزیں گزشتہ تمام انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کی سنت ہیں، بعض کہتے ہیں کہ فطرت سے مراد فطرتِ سلیمہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ دس چیزیں انسان کی فطرت جبلت میں داخل ہیں۔ انسان ان کو

طبعًا پسند کرتا ہے حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ہر ملت اور ہر جماعت کے کچھ مخصوص شعائر اور ممتاز نشانات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حال محسوس ومشاہد ہوتا ہے یہ دس چیزیں بھی مسلمانوں کی خاص علامات اور ملتِ حنفیہ کے تمام طائفوں اور جماعتوں میں عصرًا بعد عصرٍ منقول ہوتی چلی آئی ہیں اسی وجہ سے ان کو فطرت کہا گیا ہے۔

انبیاء کی سنت :

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ اَلْحَیَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ . (مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۳۸۲)

''حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں حیا کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔''

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ الْمُرْسَلِیْنَ تَعْجِیْلُ الْفِطْرِ وَتَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَالسِّوَاكُ .(اخرجه الطبرانی فی معجمه وابن ابی شیبه فی مصنفه مرفوعا والدار قطنی رواه فی الافراد من حدیث حذیفة مرفوعا نحو حدیث ابی الدرداء. (بنایه)

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں رسولوں کی عادات میں سے ہیں: جلدی افطاری کرنا، سحری کھانے میں دیر کرنا اور مسواک کرنا۔''

ف : معلوم ہوا کہ مسواک میں جہاں اور بہت سی خوبیاں ہیں وہاں سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اُن کی عادات میں سے ہے۔ جو لوگ مسواک استعمال کرتے ہیں وہ بڑے خوش قسمت ہیں کہ مسواک کے اور منافع کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی اس سنت کا بھی ثواب حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی سستی اور غفلت ہونے کی وجہ سے مسواک نہیں کرتے وہ بڑے ہی نقصان اور ٹوٹے میں ہیں کہ اور منافع کے ہمراہ انبیاء علیہم السلام کی اس سنتِ عظمٰی

کے ثواب سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ علامہ ابن اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہے اُن لوگوں پر جو مسواک جیسی اہم سنت کو ترک کرتے ہیں جس کے بارے میں بہت سی احادیث حضور اکرم ﷺ سے منقول ہیں جن میں اس کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے یاد رکھو مسواک چھوڑنا بڑا خسارہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ عَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ فَاِنَّہٗ مَطْیَبَۃٌ لِلْفَمِ وَ مَرْضَاۃٌ لِلرَّبِّ [1]

''حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مسواک کا استعمال اپنے لیے لازم کرلو کیونکہ اِس میں منہ کی پاکیزگی اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔''

ف : مطلب یہ ہے کہ مسواک کرنے سے منہ صاف شفاف ہو جاتا ہے اور منہ کی گندی ہوائیں دور ہو جاتی ہیں اور اس سنت کی ادائیگی کے سبب حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مسواک کو اپنے لیے لازم کرلو اور ہمیشہ کرتے رہو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور اس کی وجہ سے نماز کا ثواب ۹۹ گنا یا چار سو گنا بڑھ جاتا ہے۔

احتمالِ فرضیت :

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ تَسَوَّکُوْا فَاِنَّ السِّوَاکَ مَطْھَرَۃٌ لِلْفَمِ مَرْضَاۃٌ لِلرَّبِّ وَمَاجَاءَ نِیْ جِبْرِیْلُ اِلَّا اَوْصَانِیْ بِالسِّوَاکِ حَتّٰی لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ یُّفْرَضَ عَلَیَّ وَعَلٰی اُمَّتِیْ وَلَوْلَا اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَفَرَضْتُہٗ لَھُمْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَاکُ حَتّٰی لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ اُحْفِیَ مَقَادِمَ فِمِیْ. [2]

''حضرت ابواُمامہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسواک کیا کرو کیونکہ مسواک میں منہ کی پاکی اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے ہمیشہ مسواک کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں مجھ پر اور میری اُمت پر فرض نہ ہو جائے اگر مجھے اپنی اُمت کی دُشواری کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک فرض کر دیتا اور میں اس قدر کثرت سے

---

[1] مُسند احمد رقم الحدیث ۵۸۶۵ [2] ابن ماجه ابواب الطهارة و سننها رقم الحدیث ۲۸۹

مسواک کرتا ہوں کہ مجھے اپنے منہ کے اگلے حصے کے چھیل جانے کا خوف ہے۔''

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ اَوْ عَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ صَلٰوۃٍ. (بخاری شریف رقم الحدیث ۸۸۷)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے اپنی اُمت کی مشقت اور دشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں اُن میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک استعمال کرنے کا حکم دیتا۔''

ف : مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہر نماز کے وقت مسواک کرنا مشقت اور دشواری سے خالی نہیں ہے اس لیے مسواک کو اُمت پر فرض نہیں کیا گیا اگر چہ اس کے فضائل اور منافع کا تقاضا یہی تھا کہ فرض ہوتی تا کہ اُمت کا ہر فرد ان فضائل و منافع کو حاصل کر سکتا مگر حق تعالیٰ کی رحمت و شفقت کہ اپنے بندوں کی سہولت اور آسانی کے پیشِ نظر اِس کو فرض نہیں کیا تا کہ مسواک نہ کرنے والا گنہگار نہ ہو لیکن ساتھ ہی اس کی ترغیب بھی دی اور اس کو سنت قرار دیا تا کہ اس کے فضائل اور منافع سے محرومی بھی نہ ہو۔

وصیتِ جبریل :

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالسِّوَاکِ حَتّٰی خِفْتُ عَلٰی اَضْرَاسِیْ (رواہ الطبرانی باسناد وفیہ لین والبیھقی ابن ماجہ من حدیث ابی امامۃ.

''حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھے ہمیشہ مسواک کی وصیت کرتے رہے یہاں تک مجھے اپنی داڑھوں کے گر جانے کا خوف ہو گیا۔''

احتمالِ وحی :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَقَدْ اُمِرْتُ بِالسِّوَاکِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنْ یُّنَزَّلَ فِیْ قُرْآنٍ اَوْ وَحْیٍ. (ابو یعلی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے (اتنی کثرت سے) مسواک کرنے کا حکم کیا گیا کہ مجھے اس کے بارے میں وحی آنے کا خیال ہونے لگا یعنی میں نے سمجھا کہ قرآن میں اس کا حکم نازل ہوگا۔''

ف : جبریل علیہ السلام کا بار بار اس کی وصیت و تاکید کرنا حضور اکرم ﷺ کا اس کے بارے میں قرآن یا وحی کا گمان کرنا، مسواک کی کثرت سے اپنی ڈارھوں کے گر جانے کا خوف فرمانا، یہ سب اُمور مسواک کی اہمیت و تاکید کو بخوبی ثابت کر رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسواک کا استعمال نہایت ضروری ہے۔

زنا سے حفاظت :

اِغْسِلُوْا ثِیَابَکُمْ وَخُذُوْا مِنْ شُعُوْرِکُمْ وَاسْتَاکُوْا وَتَزَیَّنُوْا فَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَئِیْلَ لَمْ یَکُوْنُوْا یَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ فَزَنَتْ نِسَآئُھُمْ (جامع صغیر و فی السراج واسنادہ ضعیف)

''حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے کپڑوں کو دھوؤ اور اپنے بالوں کی اصلاح کرو اور مسواک کر کے زینت اور پاکی حاصل کرو کیونکہ بنی اسرائیل ان چیزوں کا اہتمام نہیں کرتے تھے اسی لیے اُن کی عورتوں نے کثرت سے زنا کیا۔''

ف : مطلب یہ ہے کہ پاک وصاف رہو اور جائز زینت اختیار کرو، مسواک بھی استعمال کرو تاکہ منہ میں بدبو وغیرہ پیدا نہ ہو اور اپنی شکل کو بدزینت نہ ہونے دو کہ اِس کی وجہ سے تمہاری عورتیں تم سے نفرت کرنے لگیں گی اور غیروں کی طرف مائل ہوجائیں گی اور زنا سے محفوظ نہ رہ سکیں گی، یہی وجہ ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل نے اِن چیزوں کا اہتمام نہیں کیا اس لیے اُن کی عورتیں کثرت کے ساتھ زنا میں مبتلا ہوئیں۔ سراج المنیر میں لکھا ہے کہ عورتوں کو بھی ان چیزوں کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ مرد بھی دوسری عورتوں کی طرف مائل نہ ہوں اور زنا سے بچ جائیں، معلوم ہوا کہ مسواک کے ذریعہ زنا سے حفاظت ہے۔

خواب میں مسواک :

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ أَرَانِیْ فِی الْمَنَامِ اَتَسَوَّکُ بِسِوَاکٍ فَجَاءَ نِیْ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَنَا وَلْتُ السِّوَاکَ لِاَصْغَرَ مِنْھُمَا فَقِیْلَ لِیْ کَبِّرْ فَدَفَعْتُہٗ لِاَکْبَرَ مِنْھُمَا. (بخاری شریف رقم الحدیث ۲۴۶)

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے (ایک بار) خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں اور دو آدمی میرے پاس آئے جن میں سے ایک چھوٹا تھا اور دوسرا بڑا، جب میں نے ان میں سے چھوٹے کو (استعمال کے لیے) مسواک دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے (وہ بڑے ہونے کی وجہ سے مقدم ہے) چنانچہ میں نے وہ مسواک ان میں سے بڑے کو دے دی۔''

ف : حضور اکرم ﷺ پر چونکہ مسواک کی اہمیت اور اُس کی تاکید ظاہر کرنی مقصود تھی اس لیے حق تعالیٰ شانہٗ نے اوّلاً بیداری میں مسواک کے استعمال کا حکم دیا اور پھر چونکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اس لیے خواب میں بھی آپ سے مسواک کا استعمال کرایا گیا اور گویا ہر طریقہ سے اس کا تاکید ظاہر کیا گیا۔

اس حدیث سے یہ واقعہ خواب کا معلوم ہوتا ہے مگر ابوداوٗد شریف اور بعض دوسری کتابوں سے بیداری کا واقعہ معلوم ہوتا ہے بظاہر دونوں میں تعارض ہے علماء نے اس تعارض کو دُور کرتے ہوئے کہا ہے کہ پہلے خواب کا واقعہ پیش آیا اور پھر بیداری کا اور جب بیداری کا قصہ پیش آیا تو آپ نے خواب کی واقعہ کی بھی خبر دی، گویا دونوں الگ الگ قصے ہیں۔

حدیثِ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے کی استعمال کی ہوئی مسواک اپنے استعمال میں لانا جائز ہے بشرطیکہ اُس کی اجازت ہو لیکن سنت یہ ہے کہ اُس کو دھو کر استعمال کیا جائے۔ (جاری ہے)

فقہ المعاملات کو اپنی محنت کا میدان بنائیے

NAAFEY
Developing Shariah Solutions

CERAAT
CENTER FOR EDUCATION, RESEARCH ANALYSIS, ACCREDITATION AND TRAINING

"نافع" میں مفتیانِ کرام کی ضرورت

نافع کا تعارف

- نافع پچھلے نو سال سے شعبہ معاملات میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سرگرم عمل ہے۔
- نافع کی نظریاتی بنیادوں اور طریقہ کار کو پاک و ہند کے نامور علماء اور مفتی حضرات کی تائید حاصل ہے۔
- نافع ۵۰ سے زائد اداروں کو خدمات فراہم کر چکا ہے۔
- نافع سے تربیت حاصل کرنے والے تجربہ کار مفتی حضرات متعدد کمپنیوں میں شریعہ کمپلائنس کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔

نافع میں شمولیت سے آپ مندرجہ ذیل فوائد حاصل کر سکتے ہیں

- کاروباری اداروں اور تجارتی مراکز تک رسائی کے ذریعہ فقہ الواقع کا علم اور فقہ الشرع کی عملی تطبیق۔
- مختلف قسم کے کاروباری اداروں کے شرعی تجزیہ (Shariah Analysis) کے ذریعے مارکیٹ کے عرف سے روشنائی اور خود اعتمادی میں اضافہ۔
- کارپوریٹ سیکٹر میں مطلوبہ صلاحیتوں (Skills) کا ماہرین فنون کی سرپرستی میں حصول مثلاً اکاؤنٹس، کمپیوٹر، کارپوریٹ لاء، مینجمنٹ اسکلز وغیرہ۔
- معاملات میں معاصر عرب علماء کی فقہی تحقیق سے استفادہ کی سہولت اور علمی ترقی۔
- مستقبل میں کاروباری اداروں میں بحیثیت شرعی مشیر کی خدمات کے مواقع۔

معقول وظیفہ

درج ذیل کوائف کے حامل افراد درخواست دے سکتے ہیں

- درس نظامی مع تخصص فی الافتاء۔
- انگریزی سے مناسبت۔

حتمی تقرری بذریعہ ٹیسٹ اور انٹرویو ہوگی۔

محدود نشستوں کی وجہ سے پہلے آنے والے حضرات کو ترجیح دی جائے گی اس لیے جلد رابطہ فرمائیں۔

اپنے کوائف پر مشتمل درخواستیں درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں اور کسی اہم موضوع پر تحقیقی فتویٰ یا مقالہ یا مضمون لکھا ہو تو وہ بھی ارسال فرمائیں۔

نافع: 5-L گلبرگ II، لاہور۔ موبائل: 0322-4456244

ای میل: naafey@gmail.com ویب سائٹ: www.naafey.com

حج کی عظمت وفضیلت

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ . (مشکوۃ شریف کتاب المناسک رقم الحدیث ۲۵۰۷)

''حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اِس طرح کہ اُس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا اُس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔''

جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ معصوم ہوتا ہے کہ اُس پر کوئی گناہ، کوئی لغزش، کسی قسم کی داروگیر کچھ نہیں ہوتی، یہی اثر ہے اُس حج کا جو اللہ کے واسطے کیا جائے۔ علماء کے نزدیک اس قسم کی احادیث سے صغیرہ گناہ مراد ہوا کرتے ہیں، اگرچہ حج کے بارے میں جو روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں اُن کی وجہ سے بعض علماء کی یہ تحقیق ہے کہ حج سے صغائر کبائر سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں تین مضمون ذکر فرمائے ہیں :

(۱) اوّل یہ کہ اللہ کے واسطے حج کیا جائے، یعنی اس میں کوئی دُنیوی غرض، شہرت، ریا وغیرہ شامل نہ ہو، بہت سے لوگ شہرت اور عزت کی وجہ سے حج کرتے ہیں، وہ اتنا حرج اور خرچ ثواب کے اعتبار سے بیکار ضائع کرتے ہیں، اگرچہ حج فرض اِس طرح بھی ادا ہوجائے گا لیکن محض اللہ کی رضا کی نیت ہو تو فرض ادا ہونے کے ساتھ کس قدر ثواب ملے، اتنی بڑی دولت کو محض چند لوگوں میں عزت کی نیت سے ضائع کردینا کس قدر نقصان اور خسارہ کی بات ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب میری اُمت کے امیر لوگ تو حج محض سیر وتفریح کے اِرادہ سے کریں گے (گویا لندن وپیرس کی تفریح نہ کی، حجاز کی تفریح کرلی) اور میری اُمت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا کہ تجارتی مال کچھ اِدھر سے لے گئے کچھ اُدھر سے لے آئے،

اور علماء ریاء و شہرت کی وجہ سے حج کریں گے (کہ فلاں مولانا صاحب نے پانچ حج کیے، دس حج کیے) اور غرباء بھیک مانگنے کی غرض سے جائیں گے۔ (کنز العمال)

علماء نے لکھا ہے کہ جو لوگ اُجرت کے ساتھ حج بدل کرتے ہیں کہ اُس حج سے کچھ دُنیوی نفع حاصل ہو جائے، وہ بھی اِس میں داخل ہے کہ گویا حج کے ساتھ تجارت کر رہا ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سلاطین اور بادشاہ تفریح کی نیت سے حج کریں گے اور غنی لوگ تجارت کی غرض سے اور فقراء سوال کی غرض سے اور علماء شہرت کی وجہ سے (اتحاف)۔

ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں، پہلی حدیث میں جو غنی بتائے گئے اُن سے اعلیٰ درجہ کے غنی مراد ہیں جن کو دوسری حدیث میں سلاطین سے تعبیر کیا ہے، تو سلاطین سے کم درجہ کے امیر لوگ مراد ہیں جس کو پہلی حدیث میں متوسط طبقہ سے تعبیر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ صفا و مروہ کے درمیان ایک مرتبہ تشریف فرما تھے، ایک جماعت آئی جو اپنے اُونٹوں سے اُتری اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا تم کون لوگ ہو ؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ عراق کے لوگ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہاں کیسے آنا ہوا ؟ اُنہوں نے عرض کیا حج کے لیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی اور غرض تو نہ تھی مثلاً اپنی میراث کا کسی سے مطالبہ ہو یا کسی قرضدار سے روپیہ وصول کرنا ہو یا کوئی اور تجارتی غرض ہو ؟ اُنہوں نے عرض کیا نہیں کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ از سرِ نو اعمال کرو یعنی پہلے سارے گناہ تمہارے معاف ہو چکے۔

(۲) دوسری چیز حدیث بالا میں یہ ہے کہ اِس میں ''رفث'' فحش بات نہ ہو، اس سے قبل قرآن پاک کی آیت شریفہ میں بھی یہ لفظ ﴿ فَلَا رَفَثَ ﴾ گزر چکا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ایک ایسا جامع کلمہ ہے جس میں ہر قسم کی لغو اور بیہودہ بات داخل ہے حتی کہ بیوی کے سامنے صحبت کا ذکر بھی داخل ہے، حتی کہ اِس قسم کی بات کا آنکھ سے یا ہاتھ سے اشارہ کرنا بھی داخل ہے کہ اس قسم کا ذکر شہوت کو اُبھارتا ہے۔

(۳) تیسری چیز جو اِس حدیث پاک میں ذکر کی گئی وہ ''فسوق'' یعنی حکم عدولی نہ ہونا ہے، یہ بھی قرآنِ پاک کی آیت مذکورہ میں گزر چکا ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ یہ بھی جامع کلمہ ہے جو اللہ جل شانہ، کی ہر قسم کی نافرمانی کو شامل ہے،اس میں جھگڑا کرنا بھی داخل ہے کہ یہ بھی حکم عدولی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا کہ حج کی خوبی نرم کلام کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا ہے لہٰذا کسی سے سختی سے گفتگو کرنا ، نرم کلام کے منافی ہے اس لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنے ساتھیوں پر بار بار اعتراض نہ کیا کرے، بدؤوں سے سختی سے پیش نہ آئے، ہر شخص کے ساتھ تواضع سے اور خوش خلقی سے پیش آئے۔علماء نے لکھا ہے کہ خوش خلقی یہ نہیں ہے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ خوش خلقی یہ ہے کہ دوسرے کی اذیت کو برداشت کرے، سفر کے معنی لغت میں ظاہر کرنے کے ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ سفر کو سفر اِسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تم فلاں کو جانتے ہو کہ کیسا آدمی ہے ؟ اُنہوں نے عرض کیا جی جانتا ہوں، حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم نے کبھی کوئی سفر اُس کے ساتھ کیا ہے ؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ سفر تو نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تم اُس کو نہیں جانتے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک صاحب نے کسی کی تعریف کی کہ بہت اچھے آدمی ہیں، حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اُن کے ساتھ کوئی سفر کیا ہے ؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ سفر تو نہیں کیا پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تمہارا اُن کے ساتھ کوئی معاملہ پڑا ہے ؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ معاملہ بھی نہیں پڑا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تمہیں اُن کے حال کی کیا خبر ؟ حق یہ ہے کہ آدمی کا حال ایسی ہی چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے، ویسے دیکھنے میں تو سب ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر سفر میں اکثر کشیدگی ہو ہی جاتی ہے اس لیے قرآنِ پاک میں حج کے ساتھ ﴿ وَلَا جِدَالَ ﴾ کو خاص طور سے ذکر کیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ......اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ. (مشکٰوة شریف کتاب المناسك رقم الحدیث ۲۵۰۸)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔''

بعض علماء نے کہا ہے کہ نیکی والے حج کا مطلب یہ ہے کہ اُس میں کسی قسم کی معصیت نہ ہو، اسی واسطے اکثر حضرات اِس کا ترجمہ ''حج مقبول'' سے کرتے ہیں کہ جب آداب و شرائط کی رعایت ہوگی لغزش اُس میں نہ ہوگی تو وہ حج انشاء اللہ مقبول ہی ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی لوگوں کو کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا ہے دوسری حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی کھانا کھلانا اور لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا ہے۔ (ترغیب)

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں تو صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ حضور نیکی والا حج کیا چیز ہے ؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کثرت سے کرنا۔ (کنز العمال)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُّعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَّوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّهٗ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِیْ بِهِمُ الْمَلٰئِكَةَ فَيَقُوْلُ مَا اَرَادَ هٰؤُلَاءِ . (مسلم شریف رقم الحدیث ۴۳۶ ، ۱۳۴۸)

''حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زائد بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں یعنی جتنی کثیر مقدار کو عرفہ کے دن خلاصی ہوتی ہے اُتنی کثیر تعداد کسی اور دن کی نہیں ہوتی، حق تعالیٰ شانہ (دنیا کے) قریب ہوتے ہیں پھر فخر کے طور پر فرماتے ہیں، یہ بندے کیا چاہتے ہیں۔''

اللہ جل شانہ کا قریب ہونا یا نیچے کے آسمان پر اُترنا یا اِس قسم کے اور جو مضامین ذکر کیے گئے ہیں اُن کی اصل حقیقت تو اللہ جل شانہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ ہر وقت قریب ہے، اُترنے چڑھنے کے ظاہری معنی سے بالاتر ہے۔ علماء اِس قسم کے مضامین کو رحمتِ خاصہ کے قریب ہونے سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں، جو مضمون حدیث بالا میں مذکور ہے اِس قسم کے مضامین بہت سی احادیث میں وارد ہوئے ہیں، ایک

حدیث میں ہے کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ سب سے نیچے آسمان پر اُتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس ایسی حالت میں آئے ہیں کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، بدن پر اور کپڑوں پر سفر کی وجہ سے غبار پڑا ہوا ہے، لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکُ کا شور ہے، دُور دُور سے چل کر آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اِن کے گناہ معاف کر دیے، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ فلاں شخص گناہوں کی طرف منسوب ہے، اور فلاں مرد اور فلاں عورت (تو بس کیا کہا جائے) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے ان سب کی مغفرت کر دی، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔ (مشکٰوۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں: یہ میرے بندے بکھرے ہوئے بالوں والے میرے پاس آئے ہیں، میری رحمت کے اُمیدوار ہیں (اسکے بعد بندوں سے خطاب فرماتے ہیں) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرّوں کے برابر ہوں اور آسمان کی بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور تمام دُنیا کے درختوں کے برابر ہوں، تب بھی بخش دیے جاؤ گے، اب بخشے بخشائے اپنے گھر چلے جاؤ

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فخر کے طور پر فرشتوں سے فرماتے ہیں: دیکھو میں نے ان بندوں کی طرف اپنا رسول بھیجا، یہ اُس پر ایمان لائے، میں نے اُن پر کتاب نازل کی، یہ اُس پر ایمان لائے، تم گواہ رہو کہ میں نے اِن کے سارے گناہ معاف کر دیے۔ (کنزالعمال)

غرض بہت کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے، ان ہی جیسی احادیث کی بناء پر بعض علماء نے کہا ہے کہ حج کی معافی صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص نہیں، کبیرہ گناہ بھی اس سے معاف ہو جاتے ہیں، وہ بااختیار بادشاہ ہے، اُس کی نافرمانیوں کا نام گناہ ہے، وہ کسی آدمی کی یا کسی جماعت کو اپنے فضل سے بالکل ہی معاف کر دے تو نہ اُس کے لطف و کرم سے بعید ہے نہ کسی دوسرے کا اِس میں اجارہ ہے۔

حج کے احکام

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم ﴾

حج کے واجب ہونے کی شرائط :

یہ وہ شرطیں ہیں جن کے پائے جانے سے حج فرض ہو جاتا ہے اور اِن میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو حج بالکل فرض نہیں ہوتا اور کسی دوسرے سے حج کرانا اور وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہوتا، یہ سات شرطیں ہیں :

(۱) اسلام

(۲) حج کی فرضیت کا علم ہونا۔ لیکن جو شخص دارُ الاسلام یعنی مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہے اُس کے لیے یہ شرط نہیں بلکہ دارُ السلام میں رہنا کافی ہے چاہے اس کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو، ہاں جو مسلمان دارُ الحرب یعنی کفار کے ملک میں رہتا ہے اُس کے لیے علم ہونا ضروری ہے۔

(۳) عاقل ہونا۔ اس لیے پاگل پر حج فرض نہیں۔

(۴) بالغ ہونا۔ اس لیے نابالغ پر حج فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا۔ اس لیے غلام اور باندی پر حج فرض نہیں۔

(۶) استطاعت وقدرت ہونا۔

(۷) حج کا وقت ہونا۔ یعنی حج کے مہینے ہوں جو کہ یہ ہیں شوال، ذیقعدہ اور ذالحجہ کے دس روز یا ایسا وقت ہو کہ اُس جگہ کے لوگ عام طور سے اس وقت حج کو جاتے ہیں۔

مسئلہ : جو لوگ مکہ مکرمہ میں یا مکہ مکرمہ کے پاس نہیں رہتے اُن پر حج فرض ہونے کے لیے استطاعت یعنی سواری اور اتنا سرمایہ ہونا شرط ہے کہ وہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک جاسکیں اور واپس آسکیں یہ سرمایہ اُن ضروریات کے علاوہ ہونا چاہیے جیسے رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، اسباب خانہ داری،

نوکر چاکر (اگر ہوں) اور اپنے اہل وعیال کا خرچ واپسی تک، قرض، سواری، اپنے پیشے کے آلات۔

مسئلہ : دکاندار کے لیے اتنا سامان تجارت جس سے گزر اوقات کر سکے۔ اور کاشتکار کے لیے ہل بیل اور عالم کے لیے ضروری کتابیں ضروریات میں سے ہیں، ان چیزوں کے علاوہ جو سرمایہ ہوگا وہ حج کے فرض ہونے کے لیے معتبر ہوگا اور ہر پیشہ والے کا یہی حکم ہے کہ اُس کے پیشے کے اوزار اور ضروری سامان اُس کی ضروریات میں شمار ہوں گے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص حج کرنے کے لیے کسی کو مال ہبہ کرتا ہے تو اُس کا قبول کرنا واجب نہیں خواہ ہبہ کرنے والا اجنبی شخص ہو یا اپنا رشتہ دار ماں باپ بیٹا وغیرہ، لیکن اگر اتنا مال کسی نے ہبہ کیا اور اُس کو قبول کرلیا تو حج فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ : کسی کے پاس ایسا مکان ہے کہ ضرورت سے زائد ہے یا ضرورت سے زائد سامان ہے یا کسی عالم کے پاس ضرورت سے زائد کتابیں ہیں یا زمین اور باغ وغیرہ ہے کہ اُس کی آمدنی کا محتاج نہیں ہے اور اُن کی اتنی مالیت ہے کہ اُن کو بیچ کر حج کر سکتا ہے تو ان کو حج کے لیے بیچنا واجب ہے۔

مسئلہ : کسی کے پاس اتنا بڑا مکان ہے کہ اُس کا تھوڑا سا حصہ رہنے کے لیے کافی ہے اور باقی کو بیچ کر حج کر سکتا ہے تو اُس کو بیچنا واجب نہیں ہے لیکن اگر ایسا کرے تو افضل ہے۔

مسئلہ : ایک شخص کے پاس اتنا بڑا مکان ہے کہ اُس کو بیچ کر حج بھی کر سکتا ہے اور چھوٹا سا مکان بھی خرید سکتا ہے تو اُس کا بیچنا ضروری نہیں، اگر بیچ کر حج کرے تو افضل ہے۔

مسئلہ : اگر کسی کے پاس اتنی مزروعہ زمین ہے کہ اگر اُس میں سے تھوڑی سی فروخت کردے تو اُس کے حج کا خرچ اور اہل وعیال کا واپسی تک کا خرچ نکل آئے گا اور باقی زمین اتنی بچ رہے گی کہ واپس آکر اُس سے گزر کر سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہے اور اگر فروخت کرنے کے بعد گزر کے لائق نہیں بچتی تو حج فرض نہیں۔

مسئلہ : ایک شخص کے پاس حج کے لائق مال موجود ہے لیکن اُس کو مکان کی ضرورت ہے تو اگر حج کے جانے کا (یا حج کے لیے خرچ جمع کرانے کا) وقت یہی ہے تو اس کو حج کرنا فرض ہے،

مکان میں صرف کرنا جائز نہیں البتہ اگر وہ وقت ابھی نہیں آیا تو مکان میں صرف کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : حرام مال سے حج کرنا حرام ہے۔ اگر اُس نے کیا تو فرض تو ساقط ہو جائے گا مگر حج مقبول نہ ہوگا۔

مسئلہ : اگر کسی شخص کے پاس حج کے لائق روپیہ موجود ہے اور وہ نکاح بھی کرنا چاہتا ہے تو اگر حاجیوں کے جانے کا یا حج کا خرچ جمع کرانے کا وقت ہے تو اُس کو حج کرنا واجب ہے اور اگر ابھی وہ وقت نہیں آیا تو نکاح کرسکتا ہے لیکن اگر یہ یقین ہے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو پہلے نکاح کرے حج نہ کرے۔

حج کی ادائیگی کے وجوب کی شرائط :

یہ وہ شرائط ہیں کہ حج کا وجوب تو اِن کے پائے جانے پر موقوف نہیں لیکن ادا کرنا ان شرائط کے پائے جانے کے وقت واجب ہوتا ہے۔ اگر وجوب اور وجوبِ ادا دونوں کی شرائط موجود ہوں تو پھر انسان کو خود حج کرنا فرض ہے اور اگر وجوب کی تمام شرائط موجود ہوں لیکن وجوب ادا کی شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو تو پھر خود حج کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ ایسی صورت میں اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص سے فی الحال حج کرانا یا بعد میں حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہوتا ہے۔

اس قسم کی پانچ شرطیں ہیں :

(۱) تندرست ہونا۔

مسئلہ : اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جو شخص تندرست نہ ہو مریض ہو یا اندھا ہو یا مفلوج ہو یا لنگڑا وغیرہ ہو اور خود سفر نہ کرسکتا ہو اور حج کی تمام شرائط موجود ہوں تو اُس پر حج فرض ہوتا ہے یا نہیں، بہت سے علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ اس پر حج واجب ہے اور ان کے قول کے موافق ایسا شخص اگر حج نہ کر سکے تو اس پر حج بدل کرانا یا اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔ اور اگر خود حج کرلے گا تو حج ہو جائے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ اس کو معذور ہونے کی حالت میں حج کی استطاعت حاصل ہوئی ہو،

اگر صحت کی حالت میں حج فرض ہو چکا تھا پھر بیمار اور معذور ہو گیا تو بالاتفاق اس پر حج واجب ہے اور اس کو حج کرانا اور وصیت کرنی واجب ہے۔

(۲) قید کا نہ ہونا یا حاکم کی طرف سے ممانعت کا نہ ہونا۔

(۳) راستہ پُر امن ہونا۔

مسئلہ : اگر کچھ رشوت دے کر راستہ میں امن مل جاتا ہے تو راستہ پُر امن سمجھا جائے گا اور ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینی جائز ہے، دینے والا گناہگار نہ ہوگا لینے والا گناہگار ہوگا۔

(۴) عورت کے لیے محرم ہونا۔

مسئلہ : عورت اگر محرم یا شوہر کو ساتھ لیے بغیر حج کو جائے تو حج تو ہو جائے گا لیکن گناہگار ہوگی۔

مسئلہ : عورت کو دوسری عورتوں کے ساتھ بھی بلا محرم جانا جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر محرم یا شوہر اپنے خرچ سے جانے پر تیار نہ ہو یا اس کے پاس خرچہ ہی نہ ہو تو اس کا خرچہ بھی عورت کے ذمہ ہوگا اور ایسی صورت میں محرم اور شوہر کے خرچے پر قادر ہونا بھی عورت پر وجوبِ حج کے لیے شرط ہوگا۔

مسئلہ : محرم عاقل اور بالغ یا بلوغت کے قریب ہو اور اس پر امن ہو۔

(۵) عورت کا عدت میں نہ ہونا۔

مسئلہ : عورت عدت کی حالت میں اگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا لیکن گناہگار ہوگی۔

چند متفرق مسائل :

مسئلہ : کسی کے پاس حج کا خرچ جمع کرانے کے وقت سے لے کر آخری جہاز جانے تک کسی بھی وقت میں حج کے لائق سرمایہ حاصل ہو جائے تو اُس پر حج فرض ہو جاتا ہے اگر چہ حکومتی پابندیوں کی وجہ سے اس سال وہ حج نہ کر سکے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کے لیے چلا گیا پھر اس کو اپنے ملک واپس آنا پڑا

اور اس کے پاس حج کا خرچہ نہیں ہے تو اس پر حج فرض ہو چکا کیونکہ حج کے مہینوں میں وہ مکہ مکرمہ میں تھا اور اُس وقت چونکہ آنے جانے کے کرایہ کی ضرورت نہ تھی اس لیے اُس پر حج فرض ہو گیا تھا بشرطیکہ اُس کے پاس باقی اخراجات کے لیے رقم ہو۔

مسئلہ : کچھ لوگ رمضان میں عمرہ کے لیے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حج کر کے واپس آئیں جبکہ وہاں کی حکومت عمرہ کے بعد ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتی البتہ ایک عرصہ کے بعد چھپے ہوئے لوگوں کو حج کی عام اجازت دے دیتی ہے، جو لوگ اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ واپس جا کر پھر دوبارہ حج کے لیے آسکیں اُن کے لیے گنجائش ہے کہ وہ حج تک ٹھہر جائیں اور جو استطاعت رکھتے ہیں اُن کے لیے بہتر یہی ہے کہ واپس چلے آئیں۔

مسئلہ : ایک پاکستانی شخص مثلاً ایسے وقت میں حج کے لیے گیا کہ ذوالحجہ سے پہلے مدینہ منورہ جائے بغیر یا وہاں سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرے گا پھر حج کے لیے منٰی جائے گا تو یہ شخص ''مقیم'' ہے اور منٰی و عرفات میں یہ شخص پوری نماز پڑھے گا اور قربانی کے دنوں میں (دم تمتع کے علاوہ) قربانی بھی اس پر واجب ہوگی اور اگر کسی کا حج کے لیے منٰی جانے سے پہلے مکہ مکرمہ میں پندرہ دن سے کم قیام ہو تو وہ مقیم نہیں اور یہ قصر بھی کرے گا اور اس پر قربانی بھی واجب نہیں ہوگی۔

حج کی تفصیل

حج کے فرائض :

حج کے اصل فرض تین ہیں :

(۱) احرام یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک کے کلمات کہنا۔

(۲) وقوفِ عرفات یعنی ۹/ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے وقت سے ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق تک عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) طوافِ زیارت جو دسویں ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہویں ذی الحجہ تک سر کے بال

منڈوانے یا کتروانے کے بعد کیا جاتا ہے۔

مسئلہ : ان تینوں فرضوں میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو حج صحیح نہیں ہوتا اور اس کی تلافی دم یعنی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ : ان تین فرائض کا ترتیب وار ادا کرنا اور ہر فرض کو اُس کے مخصوص مکان اور وقت میں کرنا فرض ہے۔

مسئلہ : وقوفِ عرفات سے پہلے جماع کا ترک کرنا بھی واجب ہے بلکہ فرائض کے ساتھ ملحق ہے۔

تنبیہ : اگر وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر لیا تو حج فاسد ہو گیا۔ اگر مرد اور عورت دونوں محرم تھے تو دونوں پر ایک ایک دم واجب ہوگا اور حج کے باقی افعال صحیح حج کی مثل کرنے ہوں گے اور ممنوعاتِ احرام سے بچنا ضروری ہوگا، اگر کسی ممنوع کا ارتکاب کیا تو اس کا کفارہ واجب ہوگا اور آئندہ سال حج کی قضا لازم ہوگی۔

حج کے ارکان :

حج کے دو رُکن ہیں : طوافِ زیارت اور وقوفِ عرفہ

حج کے واجبات :

حج کے واجبات چھ ہیں :

(۱) مزدلفہ میں وقوف کے وقت یعنی صبح صادق کے بعد ٹھہرنا اگرچہ ایک گھڑی ہو، اگر راستہ چلتے بھی اس وقت میں مزدلفہ میں سے گزر جائے تو وقوف ہو جائے گا۔

(۲) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(۳) رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا۔

(۴) قِران اور تمتع کرنے والے کو تمتع اور قِران کے شکرانہ کا دم دینا۔

(۵) حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا تقصیر یعنی ایک پورے کے بقدر بال کتروانا۔

(۶) آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طوافِ وداع کرنا۔

مسئلہ : واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر اِن میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے گا تو حج تو ہو جائیگا خواہ قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر لیکن اس کی جزا لازم ہوگی البتہ اگر کوئی فعل کسی معتبر عذر کی وجہ سے چھوٹ گیا ہو تو جزا لازم نہیں آئے گی۔

حج کی سنتیں :

(۱) وہ آفاقی جو حج افراد یا حج قِران کرے اُس کو طوافِ قدوم کرنا۔

(۲) طواف قدوم میں رمل کرنا جبکہ اِس کے بعد صفا مروہ کی سعی کا بھی ارادہ ہو۔ اگر اس میں نہ کیا ہو تو پھر طوافِ زیارت یا طوافِ وداع میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے۔

(۳) امام کا تین مقام پر خطبہ پڑھنا۔ ساتویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں اور نویں ذی الحجہ کو عرفات میں اور گیارہویں کو منٰی میں۔

(۴) نویں ذی الحجہ کی رات کو منٰی میں رہنا۔

(۵) طلوعِ آفتاب کے بعد نویں ذی الحجہ کو منٰی سے عرفات کو جانا۔

(۶) مزدلفہ میں عرفات سے واپس ہوتے ہوئے رات کو ٹھہرنا۔

(۷) عرفات میں غسل کرنا۔

(۸) ایامِ منٰی میں رات کو منٰی میں رہنا۔

(۹) منٰی سے واپسی میں محصب میں ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ ہی ہو۔

مسئلہ : سنت کا حکم یہ ہے کہ ان کو قصداً ترک کرنا برا ہے اور کرنے سے ثواب ملتا ہے اور ان کے ترک کرنے سے جزا لازم نہیں ہوتی۔ (ماخوذ اَز مسائل بہشتی زیور)

قسط : ۴، آخری

فضیلت کی راتیں

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

شبِ جمعہ اور رجب کی پہلی رات کی فضیلت :

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے :

لَیْلَةُ الْجُمُعَةِ لَیْلَةٌ غَرَّاءُ وَیَوْمُ الْجُمُعَةِ یَوْمٌ اَزْھَرُ .[۱]

''جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکتا دن ہے۔''

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :

خَمْسُ لَیَالٍ لَا یُرَدُّ فِیْھِنَّ الدُّعَاءُ لَیْلَةُ الْجُمُعَةِ وَاَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ وَلَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلَیْلَتَا الْعِیْدِ .[۲]

''پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں کی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی : (۱) شبِ جمعہ (۲) رجب کی پہلی رات (۳) شعبان کی پندرہویں شب (۴) عید الفطر کی رات (۵) عید الاضحیٰ کی رات۔''

☆ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

بَلَغَنَا اَنَّہٗ کَانَ یُقَالُ اِنَّ الدُّعَاءَ یُسْتَجَابُ فِیْ خَمْسِ لَیَالٍ فِیْ لَیْلَةِ الْجُمُعَةِ وَلَیْلَةِ الْاَضْحٰی وَلَیْلَةِ الْفِطْرِ وَ اَوَّلِ لَیْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ وَلَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ .[۳]

---

[۱] شعب الایمان للامام البیہقی ج ۳ ص ۳۷۵ ، فضائل الاوقات للامام البیہقی ص ۱۰۵ ، مشکوٰۃ ص ۱۲۱

[۲] شعب الایمان ج ۳ ص ۳۴۲ فضائل الاوقات ص ۳۱۲ ، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷

[۳] شعب الایمان ج ۳ ص ۳۴۲ ، سنن کبری ج ۳ ص ۳۱۹ ، لطائف المعارف ابن رجب الحنبلی ص ۱۴۴

''ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یوں کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے (۱) شبِ جمعہ (۲) عیدالاضحیٰ کی رات (۳) عیدالفطر کی رات (۴) رجب کی پہلی رات (۵) اور شعبان کی پندرہویں شب۔''

مذکورہ احادیث سے ثابت ہورہا ہے کہ شبِ جمعہ اور رجب کی پہلی رات اس لحاظ سے فضیلت کی حامل ہیں کہ اِن میں کی جانے والی دعائیں قبول ہوتی ہیں لہٰذا جو لوگ شب زندہ دار ہوں اُنہیں چاہیے کہ وہ اِن راتوں میں خلوص کے ساتھ دعا میں مشغول ہوں البتہ چونکہ صحیح احادیث میں ان راتوں کی کوئی مخصوص و متعین عبادت نہیں آئی اس لیے اپنی طرف سے کسی خاص عبادت کا ان راتوں میں معمول نہ بنائیں۔

شبِ جمعہ کی ایک خاص فضیلت :

جمعہ کی اس فضیلت کے ساتھ ساتھ کہ یہ ایک روشن رات ہے اور اس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں ایک دوسری فضیلت اور بھی ہے وہ یہ کہ جو مسلمان اس رات فوت ہوتا ہے وہ ایک تو منکر ونکیر کے سوال وجواب سے محفوظ رہتا ہے دوسرے وہ عذابِ قبر سے مامون ہوجاتا ہے اُسے عذابِ قبر نہیں ہوتا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَّمُوْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ.[۱]

''جو کوئی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب مرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے قبر کے فتنہ سے محفوظ فرمادیتے ہیں۔''

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ مَّاتَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ اُجِیْرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلَیْهِ طَابِعُ الشُّهَدَاءِ.[۲]

---

[۱] ترمذی ج ۱ ص ۱۰۵ باب ماجاء فی من یموت یوم الجمعة ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹ ، مشکوٰة ص ۱۲۱

[۲] شرح الصدور ص ۲۰۹ باب مَنْ لَّا یَسْئَلُ فِی الْقَبْرِ

''جو مسلمان جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ میں فوت ہو جاتا ہے اُسے عذابِ قبر سے پناہ دے دی جاتی ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس پر شہیدوں کی مہر ہوگی۔''

☆ حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ اَوْمُسْلِمَةٍ یَّمُوْتُ لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ اَوْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وُقِیَ عَذَابَ الْقَبْرِ وَفِتْنَةَ الْقَبْرِ وَلَقِیَ اللّٰهَ وَلَا حِسَابَ عَلَیْهِ وَجَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَعَهٗ شُهُوْدٌ یَّشْهَدُوْنَ لَهٗ بِالْجَنَّةِ اَوْطَابِعٌ.[1]

''جو مسلمان مرد یا عورت شبِ جمعہ میں یا جمعہ کے دن فوت ہوتا ہے وہ عذابِ قبر اور فتنۂ قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملے گا کہ اُس پر کسی قسم کا حساب نہیں ہوگا اور قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کے ساتھ گواہ ہوں گے جو اُس کے لیے جنت کی گواہی دیں گے یا مہر ہوگی۔''

شبِ جمعہ کی یہ فضیلت جمعہ کے دن اور رمضان المبارک میں فوت ہو جانے والے شخص کے لیے بھی ثابت ہے چنانچہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا رمضان المبارک میں فوت ہو جائے اُسے بھی عذابِ قبر نہیں ہوتا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس موقع پر پیش آنے والے بعض سوالوں کا جواب بھی ذکر کر دیا جائے۔

(1) سوال : شبِ جمعہ، جمعہ کے دن اور رمضان المبارک میں مرنے والے کو صرف ان ایام میں عذاب نہیں ہوتا یا قیامت تک معافی مل جاتی ہے ؟

جواب : مومن کو قیامت تک معافی مل جاتی ہے۔

(2) سوال : ان ایام میں تو سود خور شرابی اور بدکار بھی مرتے ہیں کیا اُن سے بھی عذابِ قبر مرتفع ہو جاتا ہے ؟

---

[1] شرح الصدور ص ۲۰۹

جواب : اس سوال کے مندرجہ ذیل جواب ہو سکتے ہیں :

(۱) دوسری نصوص کے پیش ِنظر اِس حدیث میں اجتناب عن الکبائر کی قید ہے لٰہذا جو کبائر سے بچتا ہوگا وہی عذابِ قبر سے بچے گا۔

(۲) بعض بدکار بلا حساب بھی جنت میں جائیں گے جن کے لیے یہ سعادت مقتدر ہے اِن ایام میں صرف اُن ہی کی موت واقع ہوتی ہے۔

(۳) ان ایام میں موت سے صرف عذابِ قبر معاف ہے عذابِ آخرت نہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان ایام کی برکت کے سوا کسی اور عمل کی بدولت عذابِ قبر سے بچ گیا تو آئندہ منازل سہل ہوں گی۔

(3) سوال : ان ایام میں تو کافر بھی مرتے ہیں تو کیا وہ بھی عذابِ قبر سے محفوظ ہو جاتے ہیں ؟

جواب : ان ایام میں اگر کافر مر جائے تو اُسے صرف ان ایام میں عذابِ قبر نہیں ہوتا ان کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

(4) سوال : اگر کوئی فوت تو جمعرات کے دن میں ہوا اور اُس کی تدفین جمعہ یا جمعہ کے دن عمل میں آئی تو کیا اُس سے بھی عذابِ قبر مرتفع ہو جائے گا ؟

جواب : یہ وعدہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں موت پر ہے دفن پر نہیں البتہ عذابِ قبر چونکہ دفن کے بعد شروع ہوتا ہے اور مسلم میت پر شبِ جمعہ سے حشر تک عذاب مرتفع ہو جاتا ہے اس لیے ایسا شخص عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

☆ ابن البزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اَلسُّوَالُ فِیْمَا یَسْتَقِرُّ فِیْهِ الْمَیِّتُ حَتّٰی لَوْ اَکَلَهٗ سَبُعٌ فَالسُّوَالُ فِیْ بَطْنِهٖ فَاِنْ جُعِلَ فِیْ تَابُوْتٍ اَیَّامًا لِنَقْلِهٖ اِلٰی مَکَانٍ آخَرَ لَا یُسْئَلُ مَا لَمْ یُدْفَنْ .

''میت سے سوال و جواب اُسی جگہ ہوتا ہے جو جگہ میت کا مستقر بنتی ہے یہی وجہ ہے

کہ اگر کسی کو کسی درندے نے کھا لیا تو اُس سے سوال وجواب اُس درندے کے پیٹ میں ہوگا اور اگر کسی میت کو چند دن تابوت میں رکھا گیا کسی دوسری جگہ لے جانے کے لیے تو جب تک اُس میت کو دفنا نہیں دیا جائے گا اُس سے سوال وجواب نہیں ہوگا۔ [1]

حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاحبزادوں کے لیے طلبِ استغفار کو شبِ جمعہ پر موقوف رکھا :

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ برادرانِ یوسف نے اخیر میں جب اپنی خطاؤں کا اقرار کر کے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہماری خطاؤں کی بخشش کی دعا کر دیجئے تو آپ نے فرمایا تھا : ﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ﴾ ''عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا۔'' گویا آپ نے فوراً ہی مغفرت طلب نہیں کی تھی بلکہ وعدہ کر لیا تھا کہ عنقریب کروں گا۔

سوال ہوتا ہے کہ آپ نے برادرانِ یوسف کے لیے مغفرت کب طلب کی ؟

اس سلسلہ میں نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے دو وقت منقول ہیں :

(۱) ایک یہ کہ آپ نے طلبِ مغفرت وقتِ سحر کی کہ یہ قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ آپ نے طلبِ مغفرت شبِ جمعہ پر موقف رکھی ، جب شبِ جمعہ آئی تو آپ نے صاحبزادوں کے لیے مغفرت طلب کی۔ [2]

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ﴾ (عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ شبِ جمعہ میں مغفرت طلب کروں گا۔ [3]

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیس برس سے بھی زیادہ عرصہ تک ہر شبِ جمعہ صاحبزادوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے۔ [4]

---

[1] اس سوال وجواب کی تفصیل کے لیے احسن الفتاوٰی ج ۳ ص ۱۹۷ تا ۱۹۹ ملاحظہ فرمائیں ، یہ معمولی تغیر کے ساتھ اسی سے ماخوذ ہیں۔ [2] روح المعانی ج ۵ ص ۵۵ [3] تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۰۰ [4] ایضاً

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعاءِ مغفرت کو شبِ جمعہ کے وقتِ سحر پر مؤخر کیے رکھا پھر ایسا اتفاق ہوا کہ اسی شبِ جمعہ دسویں محرم کی رات بھی ہوئی۔ [1]

حفظِ قرآن کے لیے شبِ جمعہ میں کیا جانے والا ایک خاص عمل :

حدیث شریف میں آتا ہے :

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ علی بھی آگئے اور آکر عرض کرنے لگے کہ (یا رسول اللہ ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں قرآنِ پاک میرے سینے سے نکلا جاتا ہے جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا، رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا اے ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جن کے ذریعہ اللہ تمہیں بھی نفع دے گا اور جنہیں تم وہ کلمات سکھاؤ گے اُنہیں بھی نفع دے گا اور جو تم سیکھو گے وہ تمہارے سینے میں محفوظ رہے گا، (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ ضرور سکھلا دیجئے) چنانچہ آپ نے مجھے بتلایا کہ جب شبِ جمعہ آئے اور تم رات کے آخری تہائی حصے میں اُٹھ سکو تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور دعا اس میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے، اسی وقت کے انتظار میں میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا ﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُلَکُمْ رَبِّیْ﴾ (عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا) آپ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ شب جمعہ آنے دو پھر استغفار کروں گا۔ اگر اس وقت جاگنا دُشوار ہو تو آدھی رات کے وقت، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو شروع رات ہی میں کھڑے ہو کر چار رکعت نفل اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد

---

[1] التفسیر المظہری ج ۵ ص ۲۰۰

سورۂ یٰسین پڑھو، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ دخان پڑھو، تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الم سجدہ پڑھو اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھو، جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو اوّل حق تعالیٰ شانہٗ کی خوب خوب حمد و ثنا کرو پھر مجھ پر اور تمام انبیاء کرام پر درود بھیجو پھر تمام مومن مرد و عورت کے لیے نیز اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے جو مر چکے ہیں استغفار کرو اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو :

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِی بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّا اَبْقَیْتَنِیْ وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَا لَا یَعْنِیْنِیْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظْرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَتْلُوَہٗ عَلَی النَّحْوِ الَّذِیْ یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِہٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِہٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِہٖ بَدَنِیْ فَاِنَّہٗ لَا یُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُکَ وَلَا یُؤْتِیْہِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ .

''اے اللہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اُٹھاؤں اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ اے زمین و آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اُس غلبہ باعزت کے مالک جس کے حصول کا اِرادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی کلامِ پاک مجھے سکھا دی اسی طرح اِس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کر دے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں

اس کو اِس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جاوے ۔اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا اِرادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کردے اور میری زبان کو اس پر جاری کردے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھودے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کرسکتا اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہوسکتی مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔''

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوالحسن (علی) اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کرو، اللہ کے حکم سے دُعا ضرور قبول ہوگی، قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیتِ دُعا نہ چوکے گی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کو پانچ یا سات جمعے ہی گزرے ہوں گے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اسی جیسی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ پہلے میں تقریبًا چار آیتیں پڑھتا تھا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہوتی تھیں اور اب تقریبًا چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی اَزبر ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآنِ پاک میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اُس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا : ربِ کعبہ کی قسم ابوالحسن (علی) مومن ہے۔'' [1]

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۹۷ طبع ایچ ایچ سعید کمپنی کراچی، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۶۱

شبِ جمعہ میں مزارات پر جانا :

اکثر لوگ مرد ہوں یا عورتیں جمعہ کی رات اولیاء کرامؒ کے مزارات پر حاضری کو ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ دُور دُور سے لوگ اس غرض کے لیے آتے ہیں اور منکرات و مناہی کا ارتکاب کرتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اوّل تو اِس رات میں مزارات پر جانے کو ضروری سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ شرعًا اس کا کوئی ثبوت نہیں، دوسرے عورتوں کو مزارات پر جانا جائز نہیں جیسا کہ کتبِ فقہ وفتاوی میں تفصیلاً مذکور ہے اس لیے نہ تو اس شب میں مزارات پر حاضری کو ضروری خیال کرنا چاہیے اور نہ ہی عورتوں کو مزارات پر جانا چاہیے۔

شبِ جمعہ کی ناقدری :

شبِ جمعہ کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں اُن کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اللہ کو راضی کیا جائے اور اُس سے خیر و برکت، مغفرت و عافیت، صحت وسلامتی کی دعائیں مانگی جائیں تاکہ اِس رات کی برکت سے وہ دعائیں قبول ہوں لیکن ہو یہ رہا ہے کہ اس رات کی انتہائی ناقدری کرتے ہوئے لوگ اسے لہو ولعب کی نذر کر رہے ہیں، اکثر لوگ ساری ساری رات ٹیلیویژن اور وی سی آر پر گندی و غلیظ فلمیں دیکھتے رہتے ہیں بہت سے لوگ کیرم، شطرنج اور دیگر کھیل تماشوں میں ساری رات گزار دیتے ہیں، نو جوان نسل جگہ جگہ فلڈ لائٹیں لگا کر ساری رات میچ کھیلتی رہتی ہے جس سے اپنا وقت تو ضائع کرتے ہی ہیں دوسروں کا راحت وآرام بھی برباد کرتے ہیں، ساری رات اس طرح گزرتی ہے صبح سحر کے وقت غفلت کی نیند سو جاتے ہیں اور اس طرح اس رات کی برکات سے محروم رہنے کے ساتھ ساتھ گناہوں کا بوجھ بھی سروں پر لاد تے ہیں خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ یہ بڑے ہی نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے، مرنے کے بعد احساس ہوگا وہاں پتہ چلے گا کہ کرنا کیا تھا اور کر کیا آئے ؟ اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وفیات

۲۱؍ جون کو جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور کینٹ کے مہتمم حضرت مولانا پیر سیف اللہ خالد صاحب نقشبندی طویل علالت کے بعد لاہور میں انتقال فرما گئے اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی علمی و دینی خدمات کو قبول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

۳؍ جون کو جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم ڈاکٹر محمد امجد صاحب کے ماموں شیخ ظہیر الدین صاحب مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔

۹؍ جون کو جامعہ مدنیہ جدید کے مخلص و خیر خواہ جناب ملک سعید صاحب کی چچی صاحبہ طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئیں۔

۱۱؍ جون کو جامعہ مدنیہ لاہور کے پرانے پڑوسی جناب محمد اسحاق صاحب بھٹی مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

ماہنامہ انوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر

اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اندرون رسالہ نصف صفحہ	500

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں "جامعہ مدنیہ جدید" محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ 35330311 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوار مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (2-7914-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
کاروانِ اقدس
پرائیویٹ لمیٹڈ
GL # 2447
IATA
باکفایت
اور
بہترین
عمرہ
پیکج
کے لئے
کاروانِ اقدس
UMRAH
عمرہ پیکج
2017
1438
فیض الاسلام (چیف ایگزیکٹو)
کمرہ نمبر ۱۱، سیکنڈ فلور، شہزادہ مینشن نزد شالیمار ہوٹل
بلیکن سٹریٹ صدر کراچی، پاکستان
Ph: 92-21-35223168,
Cell: 0321-3162221, 0300-9253957
مولانا سید مسعود میاں
0345-4036960
ڈاکٹر محمد امجد
0333-4249302
خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید
۱۹ کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
E-Mail: info@karwaneaqdastravel.com
Web: www.karwaneaqdastravel.com